عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۲۲ تا ۲۸ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق یکم تا ۷ نومبر ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۴۱

اولاد کا وقف

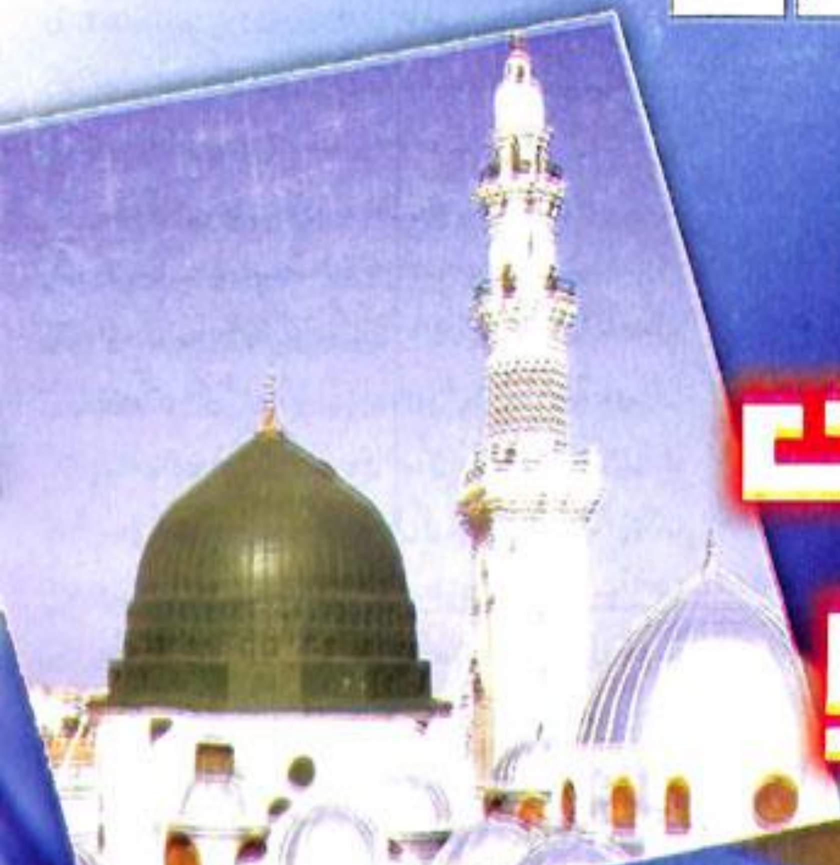

توہین رسالت قانون

امتیازی سلوک کیوں؟

فتنہ قادیانیت سے متعلق عدالتوں کے اہم فیصلوں پر اجمالی نظر

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

سودی معاملہ

س:......کسی عورت نے ڈیڑھ لاکھ روپے کاروبار میں لگانے کے لئے دیئے، وہ آدمی نے چار سال تک ان کو ۴۵۰۰ روپے مہینہ دیتا رہا، اس نے جو پیسے لئے تھے، اس سے اس نے بجلی کے سامان کی دکان میں سیٹنگ کی اور یہ پیسے اسی کام کے لئے ہے، جب تک اس کا کام چلتا رہا وہ ہر مہینہ ان کو پیسے دیتا رہا، پھر ایک دن اس کی دکان میں آگ لگ گئی اور اس کی پوری دکان جل کر راکھ ہوگئی، اور وہ شخص بالکل مفلس ہوگیا، اب جبکہ وہ خود بالکل برباد ہوگیا ہے تو وہ پیسہ کہاں سے دیتا؟ ان دونوں کے درمیان میری والدہ تھی جو کہ خود بیوہ ہیں جب اس آدمی نے ان کو بتایا کہ باجی میری پوری دکان جل گئی ہے اور میں اب آپ کو پیسے نہیں دے سکوں گا تو میری والدہ نے اس عورت سے بات کی کہ یہ معاملہ ہے تو انہوں نے کہا کہ میں تو آپ کو جانتی ہوں اور آپ مجھے پیسے دوگی، اب میری والدہ نے ان کو ۴۵۰۰ مہینہ دینا شروع کردیا اور انہوں نے پورے ایک سال تک ان کو برابر پیسے دیئے اور پھر انہوں نے کہا کہ مجھے اب میری پوری رقم چاہئے تو میری والدہ نے کسی کے پاس کمیٹی ڈالی اور ستر ہزار روپے ان کو دیئے اور اب وہ کہتی ہیں کہ مجھے اَسّی ہزار روپے اور دو جبکہ وہ پہلے ہی ان کو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے دے چکی ہیں اور وہ پھر بھی اپنے پورے پیسے مانگ رہی ہیں جبکہ ان کے پاس ٹوٹل رقم تین لاکھ چالیس ہزار روپے پہنچ چکے ہیں، لہٰذا اب آپ بتائیں کہ ہم کو ان کی جو رقم تھی وہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

ج:......آپ کا سوال صحیح طور پر واضح نہیں ہے، اس سے جو میں سمجھا ہوں وہ یہ کہ سرمایہ کی مالکہ خاتون نے ڈیڑھ لاکھ روپے دکاندار کو کسی کاروبار میں لگانے کے لئے دیئے کہ ان کا سرمایہ ہوگا اور دکاندار کی محنت ہوگی اور یہ شخص ہر ماہ اس خاتون کو ایک طے شدہ رقم یعنی ۴۵۰۰ روپے دیتا رہے گا، چاہے کاروبار میں نفع ہو یا نقصان اور نفع کم ہو یا زیادہ ہر صورت ان کو مقررہ نفع ملتا رہے گا، اگر میں نے آپ کے سوال کا مطلب صحیح سمجھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ معاملہ شروع ہی سے فاسد اور ایک سودی معاملہ تھا اس کو ختم کرنا ضروری تھا، بروقت فسخ نہ کرنے کی وجہ سے اس معاملہ کے تمام شرکا سخت گناہگار ہیں، ان پر اپنے اس فعل سے توبہ اور آئندہ کے لئے اس قسم کے معاملات سے بچنا واجب ہے۔

صورت مسئولہ میں بجلی کی وہ دکان جہاں اس عورت کے ڈیڑھ لاکھ روپے کا سرمایہ لگا ہوا تھا، چونکہ جل گئی ہے، اس میں دکاندار کی محنت اور مذکورہ عورت کا سرمایہ ضائع ہوگیا ہے، لہٰذا اس عورت کا دکاندار سے یا درمیان میں واسطہ بننے والی خاتون سے اپنی رقم کا مطالبہ کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے بلکہ دکاندار سے جو رقم وہ چار سال تک ماہوار نفع کے نام پر لے چکی ہے، اس میں سے ڈیڑھ لاکھ روپے منہا کرنے کے بعد بقیہ رقم اور اسی طرح درمیان میں واسطہ بننے والی خاتون سے جو کچھ وہ لے چکی ہے چاہے وہ ایک سال تک نفع کے نام پر لینے والی رقم ہو یا یکمشت ستر ہزار روپے ہوں ان سب کا واپس لوٹانا اس خاتون پر واجب اور ضروری ہے ورنہ عنداللہ سخت گناہگار ہوگی اور قیامت کے دن یہ ان کی گردن کا بوجھ بن کر رہے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا

س:......کیا ایک عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر سفر پر جاسکتی ہے؟ یا اگر اس نے خاوند سے اجازت لی اور اس نے نہ دی تو وہ اکیلی چلی جائے تو ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج:......عورت کے لئے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں اور بغیر محرم کے سفر پر جانا بھی ناجائز ہے جبکہ وہ سفر شرعی ہو یعنی جس میں نماز قصر کرنے کا حکم ہو۔

ہفت روزہ
ختم نبوت
کراچی

جلد:۳۷ ۲۲تا۲۸ر صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق یکم تا ۷ر نومبر ۲۰۱۸ء شمارہ:۴۱

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

توہین رسالت قانون سے امتیازی سلوک کیوں؟	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
فتنہ قادیانیت... عدالتوں کے اہم فیصلوں پر اجمالی نظر!	۸	مولانا قاضی احسان احمد
قانون تحفظ ناموس رسالت... اہمیت و فضیلت (۲)	۱۳	محمد متین خالد
اولاد کا وقف!	۱۷	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
خانقاہ بہلویہ کے لیل و نہار	۲۱	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
ملتان کا سفر	۲۳	ڈاکٹر عمر فاروق احرار
اناجیل کے تضادات (۲)	۲۵	محمد سہیل جمیل

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلویؒ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر

حدیث قدسی ۱۱: حضرت ثابت بنانی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: میرے پاس بُراق لایا گیا وہ ایک چوپایہ تھا، جس کا رنگ سفید تھا، اس کا قد لمبا تھا، گدھے سے ذرا بڑا اور خچر سے قدرے چھوٹا تھا، تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا قدم اتنی دور پڑتا تھا جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے۔ میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچا اور میں نے بُراق کو اس حلقہ سے باندھا جس سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں۔ پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا میں نے دو رکعتیں وہاں پڑھیں، پھر میں نکلا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دو برتن میرے روبرو پیش کئے ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب تھی، میں نے دودھ کا برتن اختیار کرلیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر ہم آسمان کی طرف بلند ہوگئے۔ اسی حدیث میں مختلف آسمانوں پر جانے اور مختلف پیغمبروں سے ملاقات کا ذکر ہے، ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ہے، اسی روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ”خدا کی مخلوق میں کوئی ایسا نہیں ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کی خوبیاں بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہو“ پھر آپؐ نے فرمایا: میری جانب وحی کی گئی جو کچھ بھی کی گئی اور مجھ پر ہر رات اور دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، جب میں واپس ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا، انہوں نے فرمایا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: ہر رات دن میں پچاس نمازیں، انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور ان نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجئے، آپ کی امت اس قدر طاقت نہیں رکھتی، میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں واپس گیا اور میں نے عرض کیا: یا رب میری امت پر تخفیف کیجئے، میری درخواست پر پانچ نمازیں کم کردی گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور میں نے کہا: پانچ نمازیں کم کردی گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور کمی کی درخواست کیجئے۔ پس میں حضرت موسیٰؑ اور اپنے رب کے مابین آتا جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ نے فرمایا: اے محمد! ہر رات اور دن میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا ثواب ہے تو یہ پچاس ہوگئیں جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو ایک نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے خواہ وہ اس کو نہ کرے اور ارادہ کے ساتھ کر بھی لیتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص بدی کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ بدی اس سے واقع نہیں ہوتی تو اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ اس بدی کو جس کا ارادہ اس نے کیا تھا کر گزرتا ہے تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے..... (مسلم)

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتہم

جماعت کی نماز میں شامل ہونے کے طریقے

س:...... اگر کوئی شخص اس وقت جماعت کی نماز کے لئے پہنچا کہ امام صاحب پہلی یا کسی بھی رکعت کے رکوع کرنے کے بعد سیدھے کھڑے ہوچکے ہوں تو ایسا شخص کس طرح نماز میں شامل ہوگا؟

ج:...... اگر وہ امام صاحب کے ساتھ ایک لمحے کے لئے بھی رکوع میں شامل نہیں ہوسکا اور امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو رہے ہوں یا کھڑے ہوچکے ہوں تو اسے وہ رکعت نہیں مل سکے گی امام صاحب کے ساتھ چاہے وہ نماز کے جس حصے میں بھی ہوں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد شامل ہوجائے (اگلی رکعت کے شروع ہونے کا انتظار نہ کرے) اور امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد پہلے اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرے اور اس کے بعد تکمیل پر سلام پھیرے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

س:...... اگر کوئی شخص جماعت میں اس وقت شامل ہو کہ اس کی پہلی رکعت نکل چکی ہو تو اسے امام صاحب کی اقتداء کرتے ہوئے اپنی نماز کیسے مکمل کرنی چاہیے؟

ج:...... جس شخص کی امام صاحب کے ساتھ پہلی رکعت نہ ہوئی ہو وہ بقیہ نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد شامل رہے، جس وقت امام صاحب نماز کی تکمیل کرتے ہوئے آخری قعدے میں ہوں وہ بھی ان کے ساتھ اس قعدے میں شریک رہے اور صرف مکمل التحیات پڑھے، پھر خاموشی کے ساتھ امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کرے جب امام صاحب سلام پھیر چکیں تو یہ سلام نہ پھیرے بلکہ ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوجائے اور پہلے پوری ثنا، پوری اعوذ باللہ، پوری بسم اللہ سورۂ فاتحہ اور قرآن کا کچھ حصہ چاہے وہ ایک بڑی آیت ہو یا تین چھوٹی آیتیں جہاں سے آسانی ہو پڑھ لے اور اس رکعت کے رکوع سجود کرنے کے بعد قعدے میں بیٹھے اور التحیات، درود شریف اور دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیرے، اس طرح اس کی نماز مکمل ہوجائے گی اور اسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

توہین رسالت قانون

امتیازی سلوک کیوں؟

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

نواز شریف کے گزشتہ دورِ حکومت میں ختم نبوت کے متعلق حلف نامہ کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش کی گئی، اس پر ان کو ناکامی ہوئی۔ اب نئے سرے سے اور ایک نئے انداز سے توہین رسالت قانون کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش اس نئی حکومت نے شروع کردی ہے، جس کی خبر عام اخبارات نے تو چھاپنے کی زحمت گوارا نہیں کی، یا بزورِ قوت ان کو خبر لگانے سے روکا گیا، صرف ایک اخبار روزنامہ ۹۲ نیوز نے ۲۰؍ستمبر ۲۰۱۸ء کو یہ خبر لگائی کہ: توہین رسالت کے مرتکب شخص اور جھوٹا الزام لگانے والے کو سزائے موت ہوگی۔ الیکٹرانک کرائمز ترمیمی بل سینیٹ میں پیش، سوشل میڈیا پر قرآن پاک کی بے حرمتی پر عمر قید، مذہبی شخصیات کی توہین پر ۳؍سال، فحش مواد تیار کرنے پر ۴؍سال سزا ہوگی۔ قادیانی گروپ کو خود کو مسلمان کہنے، عقیدے کی تبلیغ پر ۳؍سال قید و جرمانہ ہوگا۔ سماعت گریڈ ۱۸؍کا افسر کرے گا۔ بل غور کے لئے کمیٹی کے سپرد، اس کی تفصیلات درج ذیل خبر میں ملاحظہ فرمائیں:

’’اسلام آباد (وقائع نگار خصوصی، نامہ نگار، آئی این پی) سینیٹ میں الیکٹرانک کرائمز کی ممانعت (ترمیمی) بل ۲۰۱۸ء پیش کردیا گیا۔ بل کے تحت سوشل میڈیا پر قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی کرنے والے کو عمر قید، توہین رسالت کے مرتکب شخص اور توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو سزائے موت، مذہبی شخصیات کے بارے میں توہین آمیز بیانات کے استعمال پر تین سال قید کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ بل میں قادیانی گروپ کے لوگوں کو خود کو مسلمان کہنے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے پر تین سال تک کی قید اور جرمانہ بھی کیا جائے گا۔ بل میں سوشل میڈیا پر فحش مواد تیار کرکے ڈالنے پر ۴؍سال تک قید اور ۳۰ لاکھ روپے جرمانہ، فحش مواد کو کسی بھی قانونی جواز کے بغیر کسی کو بھی تقسیم پر ۳؍سال تک قید اور ۲۰ لاکھ روپے جرمانہ ہوسکے گا۔ سینیٹ میں بل وزیر مملکت خزانہ حماد اظہر نے پیش کیا، بل کے مطابق کسی بھی طبقے کے مذہبی احساسات کو ٹھیس پہنچانے کے لئے اس کے مذہب کی یا مذہبی عقائد کے توہین آمیز مواد کو پھیلانے پر ۱۰ سال تک کسی بھی نوعیت کی سزائے قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی کرنے والے کو عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ توہین رسالت کے مرتکب شخص کو سزائے موت دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جاسکے گا۔ مذہبی شخصیات کے بارے میں توہین آمیز بیانات کے استعمال پر تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ بعض مذہبی شخصیات یا زیارت گاہوں کے لئے مخصوص صفات، توضیحات اور عنوانات وغیرہ کے غلط استعمال پر تین سال تک سزائے قید دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جائے گا۔ قادیانی گروپ وغیرہ کے شخص کی طرف سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے پر تین سال تک سزائے قید دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جائے گا۔ بل میں توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو سزائے موت دینے کی تجویز دی گئی ہے۔ توہین رسالت سے متعلق مقدمے کی سماعت گریڈ ۱۸ کا افسر کرے گا۔ بل میں سوشل میڈیا پر فحش مواد تیار کرتا ہے یا فروخت کرتا ہے، اس کو ۴؍سال تک کی پابند سلاسل اور ۳۰ لاکھ روپے جرمانہ ہوسکے گا۔ اسی طرح فحش مواد کو کسی بھی قانونی جواز کے بغیر کسی کو بھی تقسیم کرتا ہے تو جرم کا قصوروار ہوگا اور اسے ۳؍سال تک قید اور ۲۰ لاکھ روپے جرمانہ ہوسکے گا۔ پریزائڈنگ

آفیسر سینیٹر ستارہ ایاز نے بل کو مزید غور و خوض کے لئے متعلقہ قائمہ کمیٹی کو بھجوا دیا۔‘‘ (روزنامہ ۹۲ نیوز، ۲۰؍ستمبر ۲۰۱۸ء)

اس خبر کے عام ہونے پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے ایک وفد نے بل کے محرک وزیر مملکت برائے خزانہ جناب حماد اظہر سے ملاقات کی تو انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ یہ بل سینیٹ سے واپس لے لیا جائے گا، لیکن آج کی خبر ہے کہ وہ بل جس کمیٹی کے سپرد کیا گیا تھا، اس پر غور و خوض کے لئے اجلاس بلایا گیا، جس پر سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام اور سینیٹر فدا محمد خان صاحب نے احتجاجاً اس سے واک آؤٹ کیا، اس کی تفصیل اس خبر میں ملاحظہ فرمائیں:

’’اسلام آباد (مانیٹرنگ ڈیسک) جمعیت علمائے اسلام نے توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے پر مجوزہ سزائے موت ختم کرنے کا مطالبہ کردیا۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا ہے کہ بند کمروں میں بیٹھ کر توہین رسالت قانون میں ترمیم کی اجازت نہیں دیں گے۔ پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں سینیٹر روبینہ خالد کی زیر صدارت قائمہ کمیٹی برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اجلاس میں توہین رسالت قانون کا ترمیمی بل سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی میں پیش ہوا، جے یو آئی کے سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری رکاوٹ بن گئے۔ ممبران کے واک آؤٹ پر اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کردیا گیا۔ جے یو آئی (ف) کے رہنما مولانا عبدالغفور حیدری نے الیکٹرانک کرائمز ترمیمی بل میں ترمیم پیش کرتے ہوئے کہا کہ الیکٹرانک کرائمز بل کی شق نمبر 27-جی کو حذف کیا جائے۔ اس شق کے مطابق توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو وہی سزا یعنی سزائے موت ہوگی جو اس جرم کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ شق 27جی پہلے سے موجود اصول سے انحراف اور مقدمہ درج کروانے پر دباؤ ڈالنے کی کوشش ہے۔ بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے توہین رسالت قانون میں ترمیم لائی جارہی ہے۔ مولانا حیدری نے کہا کہ ملک میں ہر دوسرا قانون غلط استعمال ہوتا ہے، وہاں تو کسی کو فکر لاحق نہیں ہوتی، لہٰذا ہم اس قانون میں تبدیلی نہیں کرنے دیں گے۔ اس سے قبل بھی اس قانون نے کئی جانیں لی ہیں، اس لئے اس قانون کو مت چھیڑا جائے، وگرنہ کسی بھی نقصان کے ذمہ دار یہ خود ہوں گے اور تنبیہ کی کہ اگر اس طرح کا کوئی بھی اقدام اٹھایا گیا تو ہم بھرپور مزاحمت کریں گے۔ آئندہ کمیٹی کے اجلاس میں نہیں بیٹھوں گا۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ توہین رسالت کے حوالے سے قوانین پہلے سے بنے ہوئے ہیں، میں اس قانون کو چھیڑنے کے حق میں نہیں، اس سے ملک میں افراتفری پھیلے گی۔ چیئرپرسن کمیٹی روبینہ خالد نے کہا کہ جھوٹی گواہی دینے پر قذف کا قانون موجود ہے۔ جھوٹے الزامات کی سزا سخت نہ ہو، لیکن سزا ضرور ہونی چاہئے۔ سینیٹر رحمان ملک نے کہا کہ امریکا اور یورپ ہمارے مذہب کو توہین کا نشانہ بناتے ہیں، قانون میں یہ چیز ڈالیں کہ اگر بیرون ملک کوئی ہمارے نبی کی توہین کرے تو اس کو ہم یہاں طلب کریں، توہین رسالت کا الزام لگانے والے کے لئے سزا کے معاملے کو ان کیمرا اجلاس میں زیر بحث لایا جائے۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ سلمان تاثیر کا قتل بہت غلط اقدام تھا، قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، تاہم بند کمروں میں بیٹھ کر توہین رسالت قانون میں ترمیم کی اجازت نہیں دیں گے۔ مولانا عبدالغفور حیدری اور تحریک انصاف کے سینیٹر فدا محمد کمیٹی کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے، جس پر کمیٹی چیئرپرسن نے اجلاس کو غیر معینہ مدت تک کے لئے ملتوی کردیا۔‘‘ (روزنامہ اُمت، راولپنڈی، ۱۱؍اکتوبر ۲۰۱۸ء)

ادھر ۸؍اکتوبر ۲۰۱۸ء کو متحدہ مجلس عمل کے زیر اہتمام حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی صدارت میں قومی مشاورت کانفرنس، اسلام آباد میں منعقد ہوئی، جس میں متحدہ مجلس عمل کی پوری قیادت، اتحاد تنظیمات مدارس کے نمائندگان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاوہ تقریباً تمام مذہبی جماعتوں کے نمائندے، شعبہ صحافت اور شعبہ تجارت سے متعلق حضرات بھی موجود تھے۔ اس کانفرنس کے اعلامیہ میں کہا گیا کہ:

۱:- ختم نبوت یا توہین رسالت قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی کی ہم حکومت کو اجازت نہیں دیں گے اور حکومتی پالیسی ساز شخصیات کے بیانات کی یہ اجلاس مذمت کرتا ہے۔

۲:- دینی مدارس کی اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ نے جو مطالبات حکومت کو پیش کئے ہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے، ایک مہینہ تک ان کی منظوری کا ہم انتظار کریں گے اور اگر نہیں ہوا تو اگلے اقدامات بعد میں کئے جائیں گے۔

۳:- مقبوضہ کشمیر کے الیکشن کو وہاں کے عوام نے مسترد کیا ہے، یہ اجلاس ان کے عوامی فیصلے کی تائید کرتا ہے اور یہ کہ مقبوضہ کشمیر میں الیکشن استصواب رائے کا متبادل نہیں ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ کشمیریوں کو استصواب رائے کا حق دیا جائے۔

۴:- یہ اجلاس ہندوستان کی طرف سے دھمکی آمیز بیانات کی پرزور مذمت کرتا ہے اور حالیہ دنوں میں چار سو میزائلوں کی خریداری خطہ میں طاقت کے توازن کو بگاڑ سکتی ہے اور پاکستان کے لئے خطرہ کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ اجلاس اس پر تشویش کا اظہار کرتا ہے اور اس جیسے اقدامات کو روکنے کے لئے اقوام متحدہ سے مداخلت کا مطالبہ کرتا ہے۔

۵:- کشمیر اور فلسطین کی جدوجہد آزادی کی حمایت کا یہ اجلاس اعادہ کرتا ہے اور ان کی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے او[illegible] کی مکمل [illegible] کرتا ہے۔

۶:- برما، شام، عراق، لیبیا میں عام بے گناہ لوگوں کے قتل عام کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ اور یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ بیرونی قوتیں افغانستان اور اسلامی دنیا سے فوری طور پر انخلاء کا اعلان کریں۔

....

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ اقتدار میں آ کر اتنا بے حس کیوں ہو جاتے ہیں کہ محسن انسانیت، فخر رسل، شفیع المذنبین خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کی حفاظت کی بجائے آپ ﷺ کی عزت وناموس کو مجروح کرنے کے راستے ڈھونڈتے اور بناتے ہیں۔ کیا دنیا میں کہیں ایسا قانون ہے کہ ایک مقتول کا وارث قاتل پر ایف آئی آر درج کرائے، یہ مقدمہ عدالتی مراحل سے گزرنے کے بعد شہادتوں کے سقم یا کسی بھی قانونی تقاضے کو پورا نہ کر سکنے یا کسی قسم کے شک کی بنا پر عدالت قتل کے ملزم کو بری کر دے تو کیا اس ۳۰۲ کے مدعی کو سزائے موت سنا دی جاتی ہے؟ پاکستانی عدالتوں میں کتنے کیس ایسے ہیں جن میں مدعی کی کمزوریوں یا قانونی مجبوریوں پر ملزم کو شک کا فائدہ دے کر بری کر دیا جاتا ہے، حالانکہ مدعی سو فیصد سچا ہوتا ہے، تو کیا ایسے مظلوم مدعی کو پھانسی چڑھا دیا جائے؟ ٹھیک ہے ۳۰۲ کے قانون میں بھی یہی سزا تجویز کر دو کہ مقتول کے ورثاء نے اگر اپنا دعویٰ ثابت نہ کیا تو قاتل کو معافی دی جائے گی اور قتل کا دعویٰ ثابت نہ کرنے پر مدعی کو پھانسی دے دی جائے گی، پھر دیکھنا دنیا تمہیں کیا کہتی ہے؟ اگر یہ قانون منظور ہو گیا تو ہر آدمی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور ممتاز قادری کی طرح کہے گا کہ جب حکومتیں اور عدالتیں حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی توہین کرنے والے موذیوں کو سزائیں نہیں دیتیں، بلکہ الٹا حضور اکرم ﷺ کی اہانت کرنے والے بدبختوں اور مجرمین کی تھانہ وعدالت کو اطلاع دینے پر خود مجھے پھانسی ہو سکتی ہے تو کیوں نہ میں ایسے موذی کو خود ہی ٹھکانے لگاؤں اور پھر پھانسی پر چڑھ جاؤں، تو اس کا معنی یہ ہوا کہ لاقانونیت خود حکومت پھیلا رہی ہے اور معاشرہ کو قتل وقتال کی طرف خود حکومت دھکیل رہی ہے۔

ہم حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ آپ قادیانیت نوازی نہ کریں اور نہ ہی کسی بیرونی ایجنڈے پر عمل درآمد کریں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ آپ کی دنیا بھی بنے گی اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب ہوگی، ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کی عزت وناموس کا تحفظ کرنا جانتے ہیں، وہ اپنے کسی بندے سے کام لے لیں گے، لیکن آپ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوں گے اور آخرت بھی آپ کی تباہ وبرباد ہو جائے گی۔ مرضی آپ کی ہے کہ آپ کس راہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین اسلام اور حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا محافظ بنائے۔ ہمارے ملک پاکستان، اس کے تمام اداروں، علماء، طلبہ، دینی مدارس اور مساجد کی حفاظت فرمائے۔ پاکستان کو استحکام نصیب فرمائے، اس کی مالیاتی اور اقتصادی مشکلات کو دور فرما کر پاکستان کو ترقی اور خوشحالی نصیب فرمائے اور نظریۂ پاکستان کے مطابق اس ملک کو اسلامی نظام کی نعمت سے ہمکنار فرمائے اور جو لوگ اس کے لئے اپنے اپنے انداز اور طریقے سے جدوجہد کر رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

فتنۂ قادیانیت سے متعلق

عدالتوں کے اہم فیصلوں پر اجمالی نظر!

مولانا قاضی احسان احمد

پاکستان کا وجود دھرتی پر ایک اسلامی مملکت کے نام سے منظر عام پر آیا۔ ملک معرض وجود میں آیا تو قانون اور آئین بھی تشکیل دیا گیا۔ چنانچہ آئین پاکستان کہتا ہے کہ: ”اس مملکت خداداد پاکستان کا سپریم لاء قرآن وسنت ہوگا۔“

ہم اپنے مدعا کے اثبات کے لئے سب سے پہلے قرآن کریم، پھر سنت رسول انور ﷺ سے آغاز کریں گے۔ اس کے بعد قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں عدالتی سطح پر ”فتنۂ قادیانیت“ کے متعلق منظر عام پر آنے والے فیصلہ جات اختصار سے پیش خدمت کریں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔“ (الاحزاب:۴۰)

نبی اکرم ﷺ نے لفظ ”خاتم النبیین“ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“

چنانچہ متحدہ ہندوستان پر انگریز برسراقتدار آیا مگر اسے یقین تھا کہ باسیان ہند ہمارے وجود کو ہمیشہ کے لئے برداشت نہیں کریں گے۔ پرائی جگہ ایک نہ ایک دن آخر چھوڑنی ہی پڑے گی تو بہتر ہوگا کہ جانے سے پہلے اپنے نمائندے کسی نہ کسی شکل میں زیادہ سے زیادہ چھوڑ جائیں تاکہ ظاہراً جانے کے بعد بھی عملاً قبضہ برقرار رہے۔

”فتنۂ قادیانیت“ کا بیج اور وجود اسی فکر کا نتیجہ ہے۔ انگریز نے اپنے وفادار خاندان کے ایک فرد ”مرزا غلام احمد قادیانی“ کے ذریعہ نبوت کی حسین وجمیل عمارت میں نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ لینے کی ناکام اور ناپاک جسارت کی۔ اسلامیان ہند بالخصوص اور اہلیان ہند بالعموم میدان میں ”فتنۂ قادیانیت“ کے خلاف صف آرا ہوئے۔ فتنہ جس شدت سے اٹھا اسی شدت سے دبا دیا گیا۔ جس جہت سے سامنے آیا اسی رخ سے تعاقب کیا گیا۔ جس شکل میں آیا تقریر وتحریر، مناظرہ ومباہلہ غرض یہ کہ قادیانیوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اس وقت ہمارے پیش نظر عدالت کا میدان ہے کہ عدالتی سطح پر قادیانیوں کا تعاقب کس حد تک ہوا۔

متحدہ ہندوستان کے زمانہ میں ریاست بہاول پور کے علاقہ میں ”نواب محمد صادق خامس“ کا اقتدار تھا۔ اس دور میں ایک مقدمہ عدالت میں دائر کیا گیا۔ ایک مسلمان بچی کا نکاح مسلمان بچے سے ہوا۔ بدقسمتی سے وہ مسلمان لڑکا مرتد ہوکر مرزائی قادیانی بن گیا۔ بچی غلام عائشہ کے والد محترم نے عدالت وقانون کا راستہ اختیار کیا تاکہ فسخ نکاح ہوسکے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک ریاست بہاول پور میں مقدمہ چلتا رہا۔ بالآخر جسٹس محمد اکبرؒ نے اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اور قادیانیوں کے خلاف فیصلہ صادر کرکے قادیانیت کے تابوت میں عدالتی وقانونی کیل ٹھونک دی۔ یوں قادیانی عدالتی سطح پر ناکام ہوئے۔

اسی طرح اندرون سندھ میں ایک علاقہ جیمس آباد (کوٹ غلام محمد) ہے۔ یہاں بھی قادیانیوں کے خلاف عدالتی فیصلے نے حضور انور ﷺ کی امت کو فتح سے ہمکنار کیا۔

پاکستان بنتے ہی قادیانیوں کی سرگرمیوں نے اسلامیان وطن کو متحد کردیا۔ چنانچہ تمام مسالک کی قیادت نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلائی۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیت کے سامنے بند باندھ دیا گیا۔ قادیانیوں نے پینترا بدلا۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ایک سیاسی جماعت کے کندھوں پر سوار ہوکر پھر قادیانیت کو ہوا دینے لگے۔ ان کے اس طرز عمل نے پورے ملک میں اسلامیان وطن کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ ہر گلی، ہر شہر حضور ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کا میدان بنا ہوا تھا کہ قادیانی اسلام اور پیغمبر اسلام کے دشمن اور باغی ہیں۔ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ قادیانیت کو اسلام کے طور پر پیش کرکے قادیانی امت مسلمہ کو دھوکہ دے رہے تھے اور مسلمان اس فتنہ سے نجات کے خوگر تھے۔ چنانچہ

قومی اسمبلی پاکستان میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ اس وقت کے معزز ایوان نے قادیانیوں کو اپنی مکمل صفائی کا موقع دیا۔ مرزا ناصر قادیانیوں کی طرف سے اور صدرالدین لاہوری مرزائیوں کی طرف سے پیش ہوا۔ چنانچہ شب وروز کی جاں گسل محنت کے بعد امت مسلمہ کا ۹۰ سالہ مطالبہ پورا ہوا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ چنانچہ ۷ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی کہ قادیانی مرزائی جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہلاتے ہیں دونوں گروپ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ جس کو آئین کی شق (۲) ۱۶۰ اور (۳) ۲۶۰ میں مستقل درج کر دیا۔ قومی اسمبلی کے اس جاندار فیصلے کو قادیانیوں نے قبول نہ کیا اور بدستور خلاف اسلام سرگرمیوں میں مصروف عمل رہے۔ ملکی صورتحال قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں اور شرانگیزیوں کی بناء پر گھمبیر ہو رہی تھی۔ ملک کے امن وامان کو خطرات لاحق ہو رہے تھے۔ اس صورت کے پیش نظر جناب ضیاء الحق مرحوم نے ۲۶راپریل ۱۹۸۴ء کو ایک اور آرڈیننس نافذ کیا۔ جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلام استعمال کرنے سے روک دیا گیا اور اس کی خلاف ورزی کو تعزیری جرم قرار دیا گیا۔ اس آرڈیننس کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اپنا مذہب اسلام نہیں بتا سکتا۔ اپنے کفریہ عقائد ونظریات کی تبلیغ وتشہیر اسلام اور مذہب کے نام پر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اور دیگر شعائر اسلام استعمال کرنے سے قادیانی قطعاً روک دیئے گئے۔ اس آرڈیننس کی خلاف ورزی کے جرم میں تین سال قید اور جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی۔ قادیانیوں نے قومی اسمبلی کے فیصلے کو قبول نہیں کیا اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے پر مصر رہے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کو بھی قبول نہ کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا۔

وفاقی شرعی عدالت نے فریقین کے دلائل بہت تفصیل سے سنے۔ طویل بحث کے بعد عدالت عالیہ نے فیصلہ سنایا کہ: اس طویل کیس کی سماعت فرمانے کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس بالکل درست ہے۔ قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتے۔ یہ پابندی بالکل درست ہے۔ بعد ازاں قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس میں چیلنج کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک کہ تمام صوبائی ہائی کورٹس نے فریقین کے دلائل کو سننے کے بعد فیصلہ صادر کیا کہ قادیانیوں کو آئین کے مطابق دی گئی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے شعائر اسلام استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

قومی اسمبلی میں مکمل شکست، تمام صوبائی ہائی کورٹس سے ہزیمت اٹھانے کے بعد اب صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ وہ اس امید پر کھٹکھٹا دیا کہ شاید انگور میٹھے ہو جائیں۔ اب آخری مرحلہ میں قادیانیوں نے سپریم کورٹ آف پاکستان کا سہارا لیا اور ان تمام فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کر دی اور مؤقف اختیار کیا کہ آئین کے مطابق آزادی حاصل ہے تو پھر شعائر اسلام استعمال کرنے کی اجازت کیوں نہیں۔ لہٰذا عدالت تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی کو کالعدم قرار دے۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے فاضل جج صاحبان کے چار رکنی لارجر بینچ نے اس کیس کی سماعت کی۔ فریقین نے دلائل کا تبادلہ کیا۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف متنازع حوالہ جات پیش کیے گئے۔ کیس چلتا رہا۔ بالآخر سپریم کورٹ نے فیصلہ صادر کر دیا کہ: ''کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔''

(ظہیرالدین بنام سرکار 1993S.C.M.R-1718ء)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم فیصلہ جات نقل کرنے سے پہلے یہاں پر امتناع قادیانیت آرڈیننس بھی درج کر دیا جائے، تاکہ قارئین معلوم کر سکیں کہ وہ کون سا قانون تھا؟ جس کے نفاذ کی وجہ سے قادیانی بلبلا اٹھے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجراء:

اسلام آباد کانفرنس سے ایک یوم قبل (۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء) کو صدر پاکستان نے آرڈیننس ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء جاری کیا۔ جس کو قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی غیر اسلامی سرگرمیوں کا (ممنوعہ اور تعزیری) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کا نام دیا گیا۔ اس میں قادیانیوں، لاہوریوں اور احمدیوں کو غیر اسلامی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے روک دیا گیا تھا۔ تعزیرات پاکستان میں نئی دفعہ ۲۹۸-بی کا اضافہ کیا گیا۔ جس میں ان گروہوں کے افراد اگر الفاظ کے ذریعے، تحریری یا تقریری یا نظر آنے والے اشارے سے مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشینوں کو ''امیر المؤمنین'' یا اس کے ساتھیوں کو ''صحابہ'' یا اس کے

اہل خانہ کو"اہل بیت" یا اپنی عبادت گاہ کو"مسجد" کا نام دیں تو ان کو تین سال قید اور جرمانے کی سزا دی جائے۔ اسی دفعہ کے تحت ہر اس شخص کو وہ سزا بھی دی جانی چاہئے جو اپنی عبادت کے لئے بلائے گئے الفاظ کو اذان کہے یا مسلمانوں کی طرح اذان دے۔ تعزیرات پاکستان میں مندرجہ نئی دفعہ کے تحت ہر اس شخص کو وہی سزا دی جانی چاہئے جو براہ راست یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ اور پرچار کرے یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے یا کوئی ایسا دیگر عمل کرے جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات برانگیختہ ہوں۔ اس آرڈیننس نے ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹-اے میں بھی ترمیم کر دی جس کی رو سے تعزیرات پاکستان میں داخل شدہ نئی دفعات کے خلاف چھاپے گئے کسی اخبار، کتاب، دستاویز یا تحریری مواد کو ضبط کرنے کے صوبائی حکومت کو اختیارات مل گئے۔

اس آرڈیننس سے مغربی پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم ہوگئی۔ جس سے صوبائی حکومت کو یہ اختیار مل گیا کہ وہ کسی ایسے پریس کو بند کر دے جو تعزیرات پاکستان میں داخل شدہ نئی دفعات کی مخالفت میں کوئی اخبار یا کتاب چھاپے۔ کسی اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کر دے جو ان دفعات کی خلاف ورزی کرے اور ہر ایسی کتاب اور اخبار کو ضبط کرے جس میں ایسا مواد ہو جو ان دفعات میں ممنوعہ قرار دیا گیا ہو۔ (لولاک اپریل، مئی، جون ۱۹۸۴ء)

آرڈیننس کی شقیں:

امتناع قادیانیت آرڈیننس میں درج ذیل شقوں کو ملحوظ نظر رکھا گیا۔

۱......یہ آرڈیننس قادیانی ولاہوری گروپ اور احمدیوں کے خلاف اسلام سرگرمیوں (امتناع وتعزیر) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲......یہ آرڈیننس فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۳......اس آرڈیننس کے احکام کسی بھی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

۴...... مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۹۶۰ء میں باب ۱۵ میں دفعہ ۲۹۸-اے کے بعد نئے دفعات بی اور سی کا اضافہ ہوا۔

۲۹۸ بی بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے مخصوص القاب یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال:

۱......قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعہ۔

الف...... حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین، خلیفۃ المؤمنین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے۔

ب......حضرت محمد ﷺ کی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المؤمنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج......حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے، پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

۲......قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے، جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کی سزا کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸ سی قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے اور دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں ترمیم کی گئی۔ جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا کہ وہ ایسے پریس کو بند کرے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس کا ڈیکلریشن منسوخ کر کے اس پر قبضہ کر لے۔ (امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء)

وفاقی شرعی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ:

قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتے۔

محترم جناب جسٹس فخر عالم صاحب (چیف جسٹس)، محترم جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق صاحب، محترم جناب جسٹس مولانا ملک

غلام علی صاحب، محترم جناب جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی صاحب۔

(تاریخی فیصلہ مورخہ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۸۴ء)

واضح رہے قادیانیوں کی طرف سے شیخ مجیب الرحمن قادیانی ایڈووکیٹ پیش ہوا اور لاہوری مرزائیوں کی طرف سے کیپٹن ریٹائرڈ عبدالواجد لاہوری پیش ہوا۔ جب کہ مدعا علیہ حکومت پاکستان کی طرف سے حاجی شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ، جناب ایم بی زمان ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔

فیصلے کے مندرجات ملاحظہ فرمائیں:

۞……آپ ﷺ کی اطاعت کرنا آپ ﷺ سے محبت کے ہم معنی ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے برتر ان کی ذات سے جذباتی وابستگی اور والہانہ محبت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے گہری محبت کی بدولت ختم نبوت کا عقیدہ ہر مسلمان کے ایمان کا جزو قرار دیا ہے اور ختم نبوت کا یہی عقیدہ امت کی سالمیت کا اہم ترین عنصر ہے۔

۞……اسی لئے امت نے نبوت کے تمام دعوؤں کی سختی سے مزاحمت کی ہے تاکہ چشمہ ایمان صافی رہے اور اسی طرح اسلام اور ختم نبوت کے باہمی تعلق میں کسی بھی مداخلت کو ناگوار قرار دیا ہے۔

۞…… قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔

۞…… قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین یہ کشمکش اور قطعی علیحدگی خود مرزا قادیانی اور ان کے جانشینوں کی تحریروں کا نتیجہ ہے۔

(انوار خلافت ص۹۰ تا ۹۳، کتاب کلمۃ الفصل ص۱۲۹، ۱۱۰، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

۞……قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم ہیں۔ لہٰذا آرڈیننس انہیں اپنے آپ کو ایسا کہلانے سے روکتا ہے جو وہ نہیں ہیں۔ کیونکہ انہیں اپنے آپ کو جھوٹ موٹ مسلمان ظاہر کر کے کسی شخص خصوصاً امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ (PLD 1985 FSC-8)

سپریم کورٹ شریعت اپیل بینچ کا فیصلہ:

قادیانیوں نے عدالت عظمیٰ کے فلور پر بھی روایتی دجل وفریب کا ڈرامہ جاری رکھا اور اس کیس کو بلاوجہ طوالت دینے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے۔ بالآخر سپریم کورٹ شریعت اپیل بینچ نے فیصلہ دیا اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو برقرار رکھا کہ قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتے۔ تاریخی فیصلہ، ۱۱؍جنوری ۱۹۸۸ء (PLD 1988 SC-167)

محترم جناب جسٹس محمد افضل صاحب (چیف جسٹس)، محترم جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ صاحب، محترم جناب جسٹس شفیع الرحمن صاحب، محترم جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب، محترم جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔

عدالت عظمیٰ فریق مخالف (قادیانی) گروہ سے یہ ثابت کروانا چاہتی تھی کہ زیر بحث قانون (قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتے) دین اسلام کے احکام کے منافی ہے۔ قادیانیوں کے لئے زہر کا پیالہ پی لینا آسان تھا۔ اسی قانون پر بحث کرنا ناممکن تھا۔ اسی بناء پر ہر پیشی اور تاریخ پر مزید التوا کی درخواست دے کر اس کو لمبا کرتے رہے۔

سپریم کورٹ شریعت اپیل بینچ طویل کارروائی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ: ”مذکورہ بالا حقائق اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں شریعت اپیلیں نمبر ۲۴ اور ۲۵ برائے ۱۹۸۴ء واپس لئے جانے کی وجہ سے خارج کی جاتی ہیں اور قرار دیا جاتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت ہ زیر بحث فیصلہ ملک میں نافذ العمل رہے گا۔“

یاد رہے قادیانیوں نے جو مقدمہ دائر کیا، اسے واپس لیا۔ مطلب یہ ہے کہ امت کے مضبوط مؤقف کے سامنے قادیانی اپنے مکڑی کے بنے ہوئے جالے کا بھی دفاع نہیں کر سکے۔

لاہور ہائی کورٹ کے فاضل جج جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ کا فیصلہ:

درخواست برائے ضمانت

تاریخ سماعت: ۲۸؍جون ۱۹۸۷ء

فریق اوّل: ملک جہانگیر ایم جوئیہ۔

فریق ثانی: سرکار۔

وکیل فریق اوّل: شیخ مجیب الرحمن (قادیانی)، ملک محمود مجید اور مرزا نصیر احمد ایڈووکیٹ۔

وکیل فریق ثانی: محترم جناب خلیل الرحمن رمدے ایڈووکیٹ جنرل، اولیس نسیم ایڈووکیٹ۔

وکیل مستغیث: محترم جناب رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ (مرحوم)

اے۔ ایس۔ آئی امیر خان مع ریکارڈ:

قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین معمول بن گیا تھا۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ ہونے کے بعد مرزا طاہر نے قادیانیوں کو ہدایت کی کہ اپنے مکانات، دکانیں اور عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ تحریر کروائیں۔ اپنے سینے پر بیج لگائیں۔ چنانچہ

قادیانی اس میدان میں کود پڑے اور مسلمان اپنے کلمہ کے دفاع میں میدان میں اتر آئے۔ چنانچہ اس دفاع کلمہ طیبہ کے لئے مقدمہ دائر کیا گیا۔ ملک جہانگیر ایم جوئیہ کی درخواست ضمانت مسترد ہوئی اور قادیانیوں کے خلاف فیصلہ صادر ہوا۔

’درخواست ضمانت بطور دستبرداری خارج کی جاتی ہے۔“ (PLD 1987 Lahore-458)

لاہور ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس گل محمد خان (مرحوم) کا فیصلہ:

قادیانی ازروئے قانون اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہیں کرسکتے۔ ”درخواست میں کوئی خوبی معلوم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اسے فوری طور پر خارج کیا جاتا ہے۔“ (فتنہ قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتی فیصلے ص۲۵۷، ۲۶۰)

لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ جسٹس جناب میاں محبوب احمد صاحب:

کوئی قادیانی مسلم اکثریت والے گاؤں کا نمبردار نہیں بن سکتا۔

تاریخ فیصلہ: ۲؍دسمبر ۱۹۸۱ء:

فاضل جج صاحب نے فریقین کے مؤقف کو تفصیل سے سماعت کیا اور آخری فیصلہ صادر فرمایا۔

”گزشتہ بحث کے پیش نظر مجھے اس رٹ پٹیشن میں کوئی میرٹ دکھائی نہیں دیتا۔ چنانچہ اسے خارج کیا جاتا ہے۔“

(لاہور ہائی کورٹ ص۲۵۷ CLC 1982)

وفاقی شرعی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ:

گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔ جناب جسٹس گل محمد خان صاحب (چیف جسٹس)، جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی صاحب، جناب جسٹس عبادت یار خان صاحب، جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم صاحب، جناب جسٹس فدا محمد خان صاحب۔

وفاقی شرعی عدالت میں مقدمہ اس بات پر قائم کیا گیا کہ قرآن وسنت گستاخ رسول اور شاتم رسول سے متعلق فیصلہ یہ دیتے ہیں کہ اسے قتل کردیا جائے۔ مگر قانون میں سزائے موت کے ساتھ ”یا عمر قید“ کی سزا کا اضافہ خلاف قرآن وسنت ہے۔ لہٰذا قانون سے ”یا عمر قید“ سے الفاظ ختم کئے جائیں اور قانون کو صحیح معنوں میں قرآن وسنت کے مطابق بنایا جائے۔

چنانچہ عدالت عالیہ نے اس سلسلہ میں ملک عزیز کے جید علماء، مفتیان کرام سے بھی رائے طلب کی۔ انہوں نے قرآن کریم اور سنت رسول سے اس مؤقف کی تائید کی کہ ”یا عمر قید“ کے الفاظ درست نہیں ہیں۔ لہٰذا انہیں ختم کیا جائے۔

چنانچہ معزز عدالت نے دلائل سننے کے بعد فیصلہ صادر فرمایا!

”مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے ہے کہ ”یا عمر قید“ کی متبادل سزا جیسا کہ دفعہ ۲۹۵-سی پاکستان ضابطہ تعزیرات میں مقرر ہے، ”احکامات اسلام سے متصادم ہے“ جو قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ میں دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کردیئے جائیں۔

چنانچہ عدالت نے فیصلہ کیا کہ اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کے آرٹیکل (۳)۲۰۳ کے تحت ارسال کی جائے۔ تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کئے جائیں اور اسے احکامات اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر ۳۰؍اپریل ۱۹۹۱ء تک ایسا نہیں کیا جائے تو ”یا عمر قید“ کے الفاظ دفعہ ۲۹۵-سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ (PLD 1991 FSC-10)

سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ:

سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچ رکنی بنچ نے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۹۳ء میں ایک تاریخ ساز فیصلہ صادر فرمایا: ”قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کرسکتے۔“ اس فیصلے کے خلاف قادیانیوں نے نظر ثانی کی درخواست دائر کی۔

تاریخ فیصلہ: ۸؍نومبر ۱۹۹۹ء:

محترم جناب جسٹس سعید الزمان صدیقی (مرحوم) چیف جسٹس، محترم جناب جسٹس ارشاد حسن خان صاحب، محترم جناب جسٹس راجہ افراسیاب خان صاحب، محترم جناب جسٹس محمد بشیر جہانگیری صاحب، محترم جناب جسٹس ناصر اسلم زاہد صاحب۔ معزز عدالت نے فیصلہ دیا۔ اپیل کنندگان (قادیانی) اور ان کے وکلاء عدالت ہذا میں غیر حاضر پائے گئے۔ لہٰذا عدم پیروی کی بنیاد پر تمام اپیلیں خارج کی جاتی ہیں۔

☆☆..................☆☆

دعائے صحت کی اپیل

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شاہ فیصل ٹاؤن شوریٰ کے رکن اور جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب علیل ہیں۔

☆...... جامعہ فاروقیہ کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا انور صاحب مدظلہ کی صاحبزادی کینسر کی مریضہ ہیں۔ قارئین ختم نبوت سے بیماروں کی جلد صحتیابی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

قانون تحفظ ناموس رسالت

اہمیت وفضیلت

دوسری قسط

محمد متین خالد

حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی، اس فیصلے کو چیلنج نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد فیصلہ کے بعض پہلوؤں کی وضاحت حاصل کرنا تھا۔ بعد ازاں حکومت نے سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی۔ بعض سیکولر اور قادیانی حضرات نے حکومت کے اس اقدام کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اس سنگین جرم کے لئے صرف موت کی سزا قائم رکھنے پر اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے یہ ذہنی تحفظات عوامی سطح پر کوئی پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔ نہ صرف رائے عامہ کے راہنماؤں نے، بلکہ منتخب اداروں اور قانون ساز اسمبلیوں نے بھی عوامی جذبات کو زبان دی۔

2 جون 1992ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، جس میں حکومت سے کہا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر صرف اور صرف سزائے موت ہی دی جانی چاہیے۔ سینٹ نے بھی یہی راہ عمل اختیار کی۔ 8 جولائی 1992ء کو سینٹ میں ترمیمی قانون متفقہ طور پر منظور کیا گیا، جس میں اس جرم کے لئے صرف موت کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا توہین رسالت کا حالیہ قانون تین مختلف سمتوں سے ہونے والی کاوشوں کے نتیجے میں پاکستان کے مجموعہ تعزیرات کا حصہ بنا ہے:

1- قومی اسمبلی میں آپا نثار فاطمہ کا پیش کردہ بل اور اس کے نتیجے میں محدود قانون سازی۔

2- جناب محمد اسمٰعیل قریشی کی 1987ء میں وفاقی شرعی عدالت کو دی جانے والی درخواست اور اس پر وفاقی شرعی عدالت کا 1990ء کا فیصلہ (یہی اس قانون کا اصل محرک ہے)

3- آخر کار جون 1992ء میں پارلیمنٹ میں سزائے عمر قید کے خاتمے کا بل پیش ہونا اور اس کا منظور ہو جانا، گو کہ اس آخری مرحلہ کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں مقررہ تاریخ گزر جانے کے بعد قانون خود ہی تبدیل ہو چکا تھا، تاہم پارلیمان کی قانون سازی نے اس ترمیم کی مزید تائید کر دی۔ اب اس قانون کو دستور 1973ء میں دیے ہوئے حق کے استعمال یا قومی اسمبلی کی 1992ء میں منظوری کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ہر دو اقدامات کسی آمر کے ذریعے حاصل نہیں ہوئے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قانون توہین رسالت تو فاضل عدالت اور پارلیمنٹ کی متفقہ منظوری کا حاصل ہے، جبکہ اس کو غیر مؤثر کرنے کی باضابطہ ترمیم 2004ء میں پرویز مشرف کے آمرانہ دور میں ہوئی۔

قانون توہین رسالت اسلام کا ایک متفقہ شرعی تقاضا اور پاکستانی پارلیمنٹ کا منظور شدہ قانون ہے، اس کے باوجود افسوس ناک امر یہ ہے کہ 32 سال سے اس قانون کے نفاذ کے باوجود آج تک کسی کو توہین رسالت کی سزا نہیں دی جا سکی جس کی ایک وجہ سیکولر عناصر کا یک طرفہ بدترین پروپیگنڈا اور شدید عالمی دباؤ ہے تو دوسری طرف پاکستانی حکومتوں کی منافقت بھی ہے کہ اس قانون کے معاً بعد اس قانون میں ایسی ترامیم کر دی گئیں جس سے قانون ناقابل عمل ہو گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ سیکولر قوتوں کے شدید پروپیگنڈہ کے نتیجے میں جو شخص بھی توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ اہانت اس کے لئے خصوصی اعزاز کا سبب بن جاتی ہے۔

یاد رہے کہ نیشنل کمیشن برائے عدل وامن کی رپورٹ کی رو سے پاکستان میں 1986ء تا 2009ء تک کل 986 کیس سامنے آئے ہیں جن میں 479 کا تعلق مسلمانوں سے اور صرف 199 کا تعلق عیسائیوں سے ہے۔ ان تمام مقدمات میں کسی ایک ملزم کو بھی سزائے موت نہیں دی گئی۔ اس سے ایک طرف حکومت کے منافقانہ کردار کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف سے اس اعتراض کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کے خلاف بنایا گیا ہے۔ اگر عوام کی مرضی پر عمل کرنے کے اصول کا کچھ مقصد ہے، اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا متفقہ

فیصلہ پاکستان کے عوام کے اجتماعی ضمیر کا اظہار ہے، تو یہ قانون ہماری قومی تاریخ میں سب سے زیادہ عوامی قانون تسلیم کیا جانا چاہیے۔ افسوس ہے کہ اس قانون کے مخالفین (قادیانی اور سیکولر حضرات) پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں بلکہ وہ اس سلسلہ میں وفاقی شرعی عدالت کے تاریخی فیصلہ کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ مسلمانوں کی اکثریت کے مذہبی جذبات کو رائی برابر بھی وقعت نہیں دیتے بلکہ اس قانون پر تنقید کرتے ہوئے بعض دفعہ ایسی دل آزار اور اشتعال انگیز گفتگو کرتے ہیں کہ جس سے لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

قانون توہین رسالت کو صدر ضیاالحق سے منسوب کر کے یہ عاقبت نااندیش پاکستان کے عوام میں پائی جانے والی مارشل لا کے خلاف نفرت کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اسلامی شریعت اور اسلامی تاریخ سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ قانون توہین رسالت اسلامی تاریخ کے ہر دور میں نافذ رہا ہے۔ قاضی عیاض نے ’’الشفا‘‘ میں ذکر کیا ہے کہ خلیفہ عباسی ہارون الرشید نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ ’’شاتم رسول‘‘ کی کیا سزا ہے؟ عراقی فقہا تو کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو کوڑوں کی سزا دی جائے۔‘‘ اس پر حضرت امام مالکؒ جلال میں آ گئے اور فرمایا ’’اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام کا ہدف بنایا جائے گا تو امت باقی نہیں رہے گی۔ جو شخص انبیا کو دشنام دے، اس کی سزا قتل ہے۔‘‘ پروفیسر منور مرزا کے بقول ’’یہ فیصلہ یا فتویٰ تقریباً ہر اسلامی سلطنت میں نافذ رہا، چنانچہ یہ فیصلہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی نافذ کیا اور جلال الدین اکبر نے بھی‘‘۔

قانون توہین رسالت کے معترضین کا کہنا ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں، آپؐ سراپا رحمت و شفقت ہیں، آپؐ نے اپنے دشمن کو ہمیشہ معاف کیا۔ لہٰذا گستاخ رسول کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تکمیل ایمان کی نشانی ہے۔ اگر اس میں ذرا سی بھی خامی ہوگی، تو ایمان نامکمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، مومن کا گراں بہا سرمایہ ہے اور کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہی محبت مقصود حقیقی کے قرب اور اس کی ذات و صفات کے صحیح تصور کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی سند جاری کرتے ہوئے کرواتے ہیں۔ آپؐ سراپا رحمت ہیں، محسن انسانیت ہیں۔ جو شخص آپؐ سے ذرا سا بھی بغض و عناد رکھتا ہے، آپ کی شان میں معمولی سی بھی گستاخی کرتا ہے، وہ از خود ’’رحمت‘‘ سے اپنا تعلق منقطع کر لیتا ہے۔ ایسا شخص کائنات کا بدترین اور بدقسمت ترین شخص ہے اور کسی رعایت اور ہمدردی کا مستحق نہیں۔ جو بدبخت شخص، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کا مرتکب ہوتا ہے، طعن و تشنیع کرتا ہے، تضحیک و استہزا کرتا ہے، آپ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتا ہے، آپؐ کے رتبہ کو گھٹاتا ہے...... اور پھر جب اسے اس جرم عظیم کی سزا ملتی ہے تو وہ اور اس کے حواری اس پر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت للعالمین ہیں، آپؐ نے تو کبھی دشمنوں سے بھی بدلہ نہیں لیا۔ طائف کے میدان میں آپؐ پر بے حد ظلم و تشدد ہوا مگر آپؐ نے اس کے لئے بددعا تک نہ کی۔ ایک عورت آپؐ پر روزانہ کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی مگر آپؐ نے کبھی اس کا برا نہیں مانا۔ (یہ واقعہ من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ شاید یہ واقعہ ہمارے کسی تعلیمی نصاب میں بھی شامل ہے۔ یہ واقعہ عوام الناس میں معروف اور زبان زد عام ہے۔ مگر احادیث یا سیرت النبی یا تاریخ کی کسی مستند کتاب میں درج نہیں۔ نجانے یہ فرضی قصہ کس نے وضع کیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ’’جس نے جھوٹی بات میری طرف منسوب کی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے) ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ عزیمت، ابتلا، برداشت، صبر اور آزمائشوں کا دور تھا جسے مکی دور کا نام دیا جاتا ہے...... مگر مدنی دور میں اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی نئے قوانین نافذ ہو گئے۔

رواداری کے ہیضہ میں مبتلا اسلامی تاریخ سے نابلد دانش خوروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرینہ کی ایک جماعت وفد کی صورت میں آئی جس میں آٹھ آدمی تھے۔ یہ لوگ مسلمان کی حیثیت سے آئے اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ یہ لوگ بہت زیادہ لاغر اور کمزور تھے ان کے رنگ زرد اور پیٹ بڑے بڑے تھے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ’’یا رسول اللہ! ہمیں

ٹھکانہ دیجئے اور کچھ کھانے کا انتظام فرما دیجئے۔"

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو اپنے پاس صفہ پر (یعنی مسجد سے ملحق اس چبوترے پر جہاں دوسرے بہت سے نادار صحابہؓ کا مسکن تھا) ٹھکانہ دیا، ایک روز انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: "ہم لوگ دیہاتی یعنی کسان نہیں بلکہ مویشی پالنے اور ان کے دودھ پر گزر بسر کرنے کے عادی ہیں"۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہتر ہوگا کہ تم لوگ (شہر سے باہر) ہماری دودھیاری اونٹنیوں کے ساتھ رہو"۔ غرض ان لوگوں نے مدینہ سے باہر جا کر رہائش اختیار کی اور اونٹوں کے پاس رہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت وشفا عطا فرمائی اور وہ تندرست ہو گئے۔ غرض جب یہ لوگ تندرست ہو گئے تو اسلام سے منحرف ہو کر دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے اور اس چراگاہ میں (آپ کا) جو چرواہا تھا، اس کو قتل کر دیا۔ یہ چرواہا نبی کریم کا غلام یسار تھا، انہوں نے یسار کو قتل کر کے اس کے ناک، کان اور آنکھ کاٹ کر لاش کا مثلہ کر دیا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھو دیئے، یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ نبی رحمت کی اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آپؐ نے بیس گھڑ سوار ان کے پیچھے روانہ فرمائے اور ان پر حضرت سعید ابن زیدؓ کو امیر مقرر فرمایا، ان سواروں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا شخص بھی بھیجا جو نشانِ قدم پر مجرموں کا پیچھا کر رہا تھا۔ آخر ان سواروں نے ان لوگوں کو جا لیا اور چاروں طرف سے گھیر کر ان سب کو گرفتار کر لیا۔ صحابہ کرامؓ ان کو لے کر مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیں چھبائی گئیں، پھر ان لوگوں کو حرہ میں لے جا کر ڈال دیا گیا جو سیاہ پتھروں کا علاقہ تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے ان پتھروں کو آگ میں جلا دیا گیا ہے۔ یہاں یہ لوگ پیاس سے بے تاب مگر کہیں پانی نہیں تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے زمین کو اپنے دانتوں سے کھودرہا تھا کہ مٹی کی نمی سے تسکین ہو مگر وہ نمی بھی نہ ملی، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ (بخاری شریف)

مخالفین قانون توہین رسالت کا کہنا ہے کہ یہ قانون بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے، یورپ میں توہین رسالت (Blasphemy) کی کوئی سزا نہیں ہے۔ لہٰذا اس قانون کو ختم ہونا چاہئے۔

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور مغرب سے بہت پہلے سوا 14 سو سال سے موجود ہے اور اس کا خلاصہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ اسلام بلا امتیاز مذہب وملت تمام انسانوں کے حقوق کی نہ صرف ضمانت دیتا ہے، بلکہ قوتِ نافذہ رکھتا ہے اور قانونی چارہ جوئی کا حق بھی دیتا ہے۔ اسلام نے جہاں رنگ ونسل کے فرق کی بنیاد پر انسانی تفاوت کو مٹایا ہے، وہاں تمام انسانوں کو اولادِ آدم ہونے پر برابر قرار دیا اور نیکی اور تقویٰ کو وجہ امتیاز ٹھہرایا ہے۔

دراصل انسانی حقوق کی آڑ میں امت مسلمہ کے خلاف مذموم سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ قانون توہین رسالت کسی بھی اعتبار سے انسانی حقوق کے منافی نہیں۔ یہ انسانی حقوق کی روح اور فلسفے کے عین مطابق ہے۔ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر جو 30 صفحات پر مشتمل ہے اس کا آغاز ہی ان تمہیدی الفاظ سے ہوتا ہے:

"ہرگاہ کہ نوعِ انسانی کے جملہ افراد کی فطری تکریم اور ان کے مساوی اور ناقابل انتقال حقوق، دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہیں۔"

اور اس چارٹر کی پہلی شق کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"تمام انسان آزاد اور تکریم وحقوق کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں۔ انہیں پیدائشی طور پر عقل اور ضمیر عطا کیا جاتا ہے اور انھیں ایک دوسرے سے برادرانہ سلوک کرنا چاہئے۔"

اگر مندرجہ بالا جملوں کے پس پشت کارفرما مقصد کی روح کو سامنے رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ "نوعِ انسانی کے جملہ افراد کی تکریم" میں محسن انسانیت کی تکریم کو اولین درجہ عطا کیا جانا چاہئے۔ انسانی تاریخ میں شرف تخلیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی انسان فضیلت، بزرگی، رتبہ اور عزت ومنزلت میں بڑھ کر نہ گزرا ہے نہ قیامت تک آئے گا۔

معترضین کا کہنا ہے کہ قانون تحفظ ناموس رسالت کا غلط استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اسے ختم کر دینا چاہئے۔

ہمارے خیال میں معترضین کا یہ موقف نہایت احمقانہ ہے۔ اگر اس اعتراض کو درست مان لیا جائے تو "جرم وسزا" کی دنیا میں کسی بھی تعزیری ضابطے یا قانون کے وجود کا جواز باقی نہیں رہے گا۔ آج تک کسی بھی قانون کو محض اس بنا پر ختم نہیں کیا گیا کہ اس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ قتل، زنا، ڈکیتی اور چوری جیسے سنگین جرائم کے متعلق قوانین کے غلط استعمال کی خبریں پاکستان اور دیگر ممالک

کے حوالے سے آئے روز چھپتی رہتی ہیں۔

"قانون کا غلط استعمال" اگر ایسی وجہ ہے جس کی بنیاد پر قانون میں ترمیم ناگزیر ہو تو اس "منطق" سے تو دنیا کے سارے ہی قوانین میں ترمیم لازمی ٹھہرتی ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا قانون ہے جس کا غلط استعمال نہ ہو رہا ہو؟ آج ایک طرف قتل، چوری، ڈکیتی، عصمت دری، اغوا برائے تاوان اور زمینوں کے ناجائز قبضے میں ملوث ملزمان قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے صاف بچ نکلتے ہیں تو دوسری طرف ہزاروں معصوم اور بے گناہ انسان قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے ہی جیل کی کال کوٹھریوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے پر مجبور ہیں۔ آپ کس کس قانون کو بدلیں گے؟ قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے قانون بدلا نہیں جاتا، بلکہ اس کو مؤثر رکھتے ہوئے غلط استعمال کو روکنے کے اقدامات کئے جاتے ہیں۔

بقول شخصے: "اگر قانون کا غلط استعمال کسی فرد یا پولیس کے غلط کردار کی وجہ سے ہے، تو اس کا علاج قانون کی منسوخی نہیں ہے۔ اس وجہ سے تو ہر قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ قیامِ امن، انسدادِ دہشت گردی، لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کی روک تھام کے قوانین حکومتیں بے دردی کے ساتھ اپنے سیاسی مخالفین کو کچلنے کے لئے استعمال کر رہی ہیں، کیا اس وجہ سے ان سب کو منسوخ کر دیا جائے؟ قتل کے قانون کے تحت پولیس اور بااثر لوگ بے گناہوں کو پھانستے ہیں، ان کو لوٹا جاتا ہے، بعض پھانسی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، کیا ان کو بھی منسوخ کر دیا جائے؟ کوئی بھی معقول آدمی یہ بات نہیں کہے گا۔"

ناموس رسالت کے تحفظ کا قانون ایک غیر متنازع اور متفق علیہ معاملہ ہے۔ اسے اختلافی مسئلہ بنا کر پیش کرنا یا اس کے غلط استعمال کا واویلا کر کے اسے منسوخ کرنے کا مطالبہ کرنا اہل ایمان کے جذبات مجروح کرنے کی ناپاک سازش ہے۔

مزید یہ اعتراض کہ قانون توہین رسالت کا غلط استعمال مذہبی راہنماؤں کے اکسانے پر ہوتا ہے، جھوٹ اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ہمارے ہاں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 (قتل) کا عموماً غلط استعمال ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی قتل کرتا ہے مگر ذاتی انتقام اور خاندانی دشمنیوں کے نتیجہ میں قاتل کے کئی رشتہ داروں کو مقدمہ میں غلط طور پر نامزد کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ لوگ اس سارے وقوعہ سے بالکل بے خبر اور لاتعلق ہوتے ہیں۔ اس مقدمہ میں نامزد کئے جانے کے بعد وہ سالہا سال تک تھانہ اور عدالتوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات انہیں اس مقدمہ میں سزا بھی ہو جاتی ہے۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ کسی خاندان کے واحد کفیل یا چند پیاروں کو قتل کر دیا گیا اور الٹا مقدمہ بھی ورثا پر بنا دیا گیا۔ پوچھنا چاہئے کہ کیا یہ بھی مذہبی راہنماؤں کے اکسانے پر ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک معاشرتی رویہ ہے، جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ کہیں قانون توہین رسالت کا غلط استعمال ہو، لیکن اس میں مذہبی راہنماؤں کو قصوروار ٹھہرانا غلط اور انصاف کے خلاف ہے۔

مستند اعداد و شمار کے مطابق قانون توہین رسالت کے تحت 2018ء تک جن لوگوں کے خلاف مقدمات درج ہوئے۔ ان میں سے 51 فیصد مسلمان، 26 فیصد قادیانی، 21 فیصد عیسائی اور 2 فیصد دیگر عقائد کے لوگ ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون توہین رسالت کے تحت سب سے زیادہ متاثر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس لئے مذکورہ قانون کو کسی ایک خاص اقلیت کے حوالے سے دیکھنا درست نہیں۔ قانون توہین رسالت ختم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گستاخان رسول کو توہین رسالت کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔

پاکستان میں بدقسمتی کی متعدد وجوہ کی بنا پر واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ کون سا قانون ایسا ہے، جس کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی؟ کیا ہماری جیلوں میں جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے کثیر تعداد میں بے گناہ عورتوں اور بچوں سمیت بہت سے قیدی موجود نہیں ہیں؟ تو پھر تبدیلی صرف اور صرف تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کیوں؟ تعزیرات پاکستان کی کئی شقوں (193، 194، 195 وغیرہ) میں من گھڑت جھوٹا الزام لگانے والے اور جھوٹی شہادت دینے والوں کے لئے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سات سال قید، دس سال قید بامشقت، مالی جرمانہ، عمر قید سے لے کر سزائے موت تک کا قانون موجود ہے تو پھر صرف تحفظ ناموس رسالت کو ڈیل کرنے والی دفعہ ہی کیوں تبدیل یا غیر مؤثر کی جائے؟

کہا جاتا ہے کہ مغرب میں ہر طرح کی آزادی اظہار ہے، آزادی اظہار یورپ کا مذہب ہے، وہ اس پر کسی معمولی قدغن کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا مسلمانوں کو یورپ کے اس "مذہب" کا احترام کرنا چاہیے۔ پاکستان میں آزادی اظہار پر پابندی ہے، اس لئے یہ ترقی نہیں کر سکا۔

(جاری ہے)

اولاد کا وقف!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کی مختلف صورتوں میں سے ایک وقف بھی ہے ، وقف کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ خیر جاری ہے، یعنی ایسا کارِ خیر ہے، جس سے دنیا میں لوگوں کو دینی یا مادی نفع پہنچتا رہتا ہے، اور خود وقف کرنے والے کو بھی مسلسل اس کا اجر وثواب پہنچتا ہے ، یہاں تک کہ اگر اس کا انتقال ہو جائے تو موت کے بعد بھی اس کے لئے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے ؛ اسی لئے مسلمانوں میں اوقاف قائم کرنے کا معمول رہا ہے اور نہ صرف مسجد، مدرسہ، قبرستان وغیرہ کے لئے مسلمانوں نے وقف کئے ہیں ؛ بلکہ جانوروں کی چراگاہوں اور پرندوں کی غذا کے لئے بھی وقف کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اگر وقف کو اس کے فقہی مفہوم سے الگ عمومی مقصد کے پس منظر میں دیکھا جائے تو جن چیزوں کو وقف کیا جاتا ہے، ان کا دائرہ بہت وسیع ہے، غیر منقولہ اشیاء، زمین، جائیداد اور مکانات کا وقف، اموال منقولہ روپے پیسے، سونا، چاندی اور دوسری اشیاء کا وقف، اپنے قیمتی اوقات کا وقف، مثلاً کوئی شخص ڈاکٹر ہے اور وہ اپنے وقت کا ایک حصہ غریب مریضوں کے مفت علاج کے لئے مخصوص کردے، یا ایک الیکٹریشن اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنے ہنر کے ذریعہ لوگوں کی مفت خدمت کے لئے خاص کر دے، یہ صلاحیتوں کا وقف ہے اور ان شاء اللہ اس میں بھی اجر ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقاتِ جاریہ میں علم کو بھی شمار کیا ہے، یعنی ایسا علمی کام جس سے انسان کے گزرنے کے بعد بھی لوگ استفادہ کرسکیں: ''علم ینتفع بہ'' خواہ یہ شاگردوں کی شکل میں ہو یا اداروں اور کتابوں کی شکل میں۔

اسی طرح اجر وثواب کے لحاظ سے وقف کی ایک اور صورت ہے: اولاد کا وقف، انسان اپنی اولاد یا اپنی اولاد میں سے کسی کو دین کی خدمت یا مخلوق کی خدمت کے لئے وقف کردے، جیسے کوئی شخص مرفہ الحال ہو، ضروریاتِ زندگی کے لئے کسبِ معاش کا محتاج نہ ہو، وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو مسلمانوں یا غیر مسلموں کے درمیان اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف کردے اور ایسا انتظام کردے کہ وہ کسبِ معاش کی اُلجھنوں سے فارغ ہو کر ہمہ وقت دعوتِ دین کی خدمت کے کام کو انجام دے سکے، یا مثلاً کسی کی اولاد میں سے کوئی ڈاکٹر، انجینئر یا وکیل ہو اور اسے کسبِ معاش کی اُلجھنوں سے آزاد کر کے اس بات کے لئے فارغ کردے کہ وہ غریبوں کے علاج، تعمیر مکان کے مفید مشوروں اور مظلوموں کی قانونی مدد کی مفت خدمت انجام دے گا، یہ سب صدقہ جاریہ کی صورتیں ہیں، جتنے لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی اور نفع پہنچے گا اور آگے ہدایت ونفع رسانی کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا، اس کا ثواب پہلے شخص کو بھی پہنچتا رہے گا، اپنی اولاد کو ایسے اچھے کاموں کے لئے وقف کرنے والے والدین کو اس کا اجر حاصل ہوتا رہے گا۔

اولاد کو وقف کرنے کی غالباً سب سے بہتر اور اعلیٰ صورت یہ ہے کہ والدین ان کو دینی تعلیم سے وابستہ کریں؛ کیوں کہ جب ایک شخص دینی تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہ مختلف جہتوں سے دین و مذہب اور قوم وملت کی خدمت کر سکتا ہے، وہ دینی اور عصری تعلیمی اداروں میں تدریس کا فریضہ بھی انجام دے سکتا ہے، مسلمانوں اور غیر مسلموں میں دعوت واصلاح اور تبلیغ اسلام جیسا اہم کام شرعی حدود کے ساتھ بہتر طور پر کرسکتا ہے، اسلام کے دفاع، اس کی فکری سرحدوں کی حفاظت اور دیگر اہل مذاہب سے مذاکرات جیسے اہم کام کو بھی علماء ہی بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں، عوام سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی، تجربات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اس طبقہ کے اندر سیاسی قیادت اور خدمتِ خلق کے کاموں کی تنظیم کی بھی بہترین صلاحیتیں چھپی ہوئی ہیں اور انہوں نے جہاں کہیں بھی ان کاموں کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے، ان میں وہ اول درجہ حاصل کرنے والوں میں شامل رہے ہیں، دینی مدارس کے قیام میں تو علماء کا اہم رول ہے ہی؛ لیکن اِدھر اسلامی ماحول اور بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عصری اسکولوں کے قیام پر بھی علماء نے توجہ دی ہے، اور اس میدان میں بھی انہوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیت کا لوہا منوایا ہے اور منوا رہے ہیں؛ اسی لئے اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے لئے وقف کرتا ہے تو مختلف

میدانوں میں اس کے ذریعہ قوم وملت کی خدمت ہوسکتی ہے اوران سب کا ثواب اس کے والدین کو بھی حاصل ہوگا۔

جس طرح آج کل ملٹی لیول مارکٹنگ کی تصوری فروغ پارہی ہے، جس میں مسلسل تجارت آگے بڑھتی رہتی ہے اور ہر مرحلہ کے نفع میں پہلے شخص کو حصہ ملتا ہے، اسی طرح مدارس کے نظام میں ایک تسلسل ہے، ہر طالب علم جو علم دین سے آراستہ ہوتا ہے، ملت کی اگلی نسل کو تعلیم سے آراستہ کرتا ہے، بعض دفعہ یہ حسب ضرورت ادارے اور تنظیمیں قائم کرتے ہیں اور اس طرح افراد کار کی تیاری کا کام ایک تسلسل کے ساتھ جاری رہتا ہے؛ اس لئے اس کی مثال اس درخت کی سی ہے، جس کی جڑوں سے نئے نئے درخت نکلتے جاتے ہیں اور ایک پودا بڑھ کر کئی درختوں کا مجموعہ بن جاتا ہے۔

اللہ کے لئے اولاد کا وقف صالحین کا قدیم طریقہ رہا ہے، قرآن مجید نے خود حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ جب وہ حمل کی حالت میں تھیں تو انھوں نے نذر مانی کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے، وہ آپ کی عبادت اور آپ کے گھر کی خدمت کے لئے فارغ ہوگا، آپ اس کو میری طرف سے قبول کر لیجئے۔ (آل عمران:۳۵) جب حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش ہوئی تو ان کی والدہ کو پریشانی ہوئی کہ میں نے جو نذر مانی تھی، اس کا کیا ہوگا؟ کیوں کہ یہ تو بیٹی ہے، بیٹی خود تو عمل کر سکتی ہے؛ لیکن وہ سماج پر اثر انداز ہونے والی کوئی دینی خدمت انجام نہیں دے سکتی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکا بھی اس لڑکی کی طرح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا معجزہ ظاہر ہو اور یہ بات ایک لڑکی ہی سے حاصل ہوسکتی تھی نہ کہ لڑکے سے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اس لئے ضروری تھا کہ اس خلاف عادت واقعہ کی وجہ سے ہر طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا چرچا ہونے لگے اور اس واقعہ کا خوب شہرہ ہو جائے؛ تاکہ جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدۂ جاں فزا سنائیں تو دور دور تک یہ پیغام پہنچ جائے؛ کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے لئے بھیجا تھا، ان میں ایک اہم مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری سنانی تھی۔ (سورہ صف:۶)

یہ اولاد کے وقف کا واقعہ ہے جس کا خود قرآن مجید میں تذکرہ ہے اور اس وقف کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دین کی خدمت کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم لوگوں تک دین کی جو امانت بے آمیز شکل میں پہنچی ہے، وہ بھی ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ، جنھوں نے اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی عمر بہت کم تھی؛ لیکن ان کی والدہ حضرت ام سلیمؓ انھیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کی خدمت کے لئے ان کو آپ کے حوالہ کر دیا، آپ کی پوری زندگی وہ آپ کی خدمت میں مشغول رہے، اسی طرح بہت سے صحابہؓ تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں اسلامی علوم کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں؛ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج اسلامی علوم کا جو ذخیرہ امت کے پاس موجود ہے، امت اس سے محروم ہوتی اور وہی صورت حال ہو جاتی جو گذشتہ امتوں کی ہوئی، اپنی مذہبی کتابوں سے ان کا رشتہ ٹوٹ گیا اور دین میں تحریف و آمیزش کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ پھر کبھی یہ ملاوٹیں دور نہیں کی جا سکیں، امت کے سب سے بڑے مفسر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حال یہ تھا کہ اپنی چادر کو تکیہ بنا کر اکابر صحابہؓ کے دروازے پر لیٹ جاتے، گرد وغبار اوپر پڑتا رہتا، جب صاحب خانہ نکلتے تو یہ منظر دیکھ کر کہتے: اے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی! کون سی ضرورت آپ کو یہاں لائی ہے؟ آپ نے مجھے کیوں نہیں بلا لیا؟ وہ کہتے: نہیں، میرا فرض تھا کہ میں آپ کے پاس آؤں؛ چنانچہ اُن سے حدیث کے بارے میں دریافت کرتے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:۱/۲۱۳)

حضرت ابوہریرہؓ امت کے سب سے بڑے محدث ہیں، جن سے پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں منقول ہیں، ان کا حال یہ تھا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑتے تھے اور کئی کئی وقت کے فاقہ سے دوچار ہوتے تھے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر پڑے رہتے؛ تاکہ آپ کا کوئی ارشاد اور کوئی عمل نقل کرنے سے رہ نہ جائے، حضرت ابوہریرہؓ نے علم کے راستہ میں اٹھانے والی مشقتوں کی آپ بیتی خود ہی تفصیل سے بیان فرمائی ہے، جو مسافران علم وتحقیق کے لئے دلچسپ بھی ہے اور سرمایۂ عبرت بھی۔ (دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی واصحابہ وتخلیھم من الدنیا حدیث نمبر:۶۴۵۲)

امت کے سب سے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی یہی حال تھا، ان کے شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بسر ہوتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی آمد ورفت کی کثرت کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ .... جو یمن سے مدینہ آئے تھے ... کو گمان ہوگیا کہ وہ آپ کے اہل بیت میں سے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس حاضر باشی کا شرف اپنی والدہ کی تربیت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا؛ کیوں کہ ان کی والدہ بھی بکثرت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی تھیں۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ، حدیث نمبر: ۳۶۷۳)

امت کے بڑے بڑے اساطین... جن کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق روشن ہیں... میں سے زیادہ تر لوگوں کے اندر یہ جذبہ والدین کی تربیت کی وجہ سے پیدا ہوا، امام بخاریؒ، امام شافعیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ کی شخصیتیں اس کی تابناک مثالیں ہیں۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ اور دینی تعلیم کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہوتی جارہی ہے، جن مدرسوں میں کئی کئی سو طلباء رہ سکتے ہیں یا پہلے رہا کرتے تھے، اب وہاں خاک اُڑ رہی ہے، دو تین سال پہلے ایک علاقہ کا سفر ہوا، وہاں کی ایک مقتدر دینی شخصیت جو بڑے تاجر بھی ہیں، نے میرے ساتھ علماء کی ایک نشست رکھی، اس مجلس میں ہر شخص کی زبان پر یہی شکایت تھی کہ مدارس میں طلبہ کم ہورہے ہیں، جہاں چار پانچ سو طلبہ کی گنجائش ہے اور پہلے وہاں اس تعداد میں طلباء رہا کرتے تھے، اب چالیس پچاس طلبہ کا قیام رہتا ہے، ایک بڑے مدرسہ میں جانے کا اتفاق ہوا، جس کی عمارت وسیع وخوب صورت اور کتب خانہ معیاری ہے، ادارہ کے ذمہ داروں نے بتایا کہ ہمارے یہاں پانچ، چھ سو طلبہ کی رہائش کی سہولت ہے، کچھ سال پہلے چار ساڑھے چار سو طلبہ کا قیام رہتا تھا؛ لیکن اب یہ تعداد دو ڈھائی سو کے اندر سمٹ گئی ہے، بعض مدارس.... جن کو ایک تاریخی اہمیت حاصل تھی اور جہاں موجودہ بنگلہ دیش سے لے کر افغانستان تک کے طلبہ کسب فیض کے لئے آیا کرتے تھے.... اب وہاں دینیات، ناظرہ قرآن اور زیادہ سے زیادہ عربی کی ابتدائی جماعتوں کے طلبہ پڑھ رہے ہیں، اگرچہ گذشتہ پچیس تیس سال میں مرکزی شہروں کے علاوہ اضلاع میں بھی اچھے مدرسے قائم ہوئے اور ان کو تیزی سے فروغ حاصل ہوا؛ لیکن اب گنتی کے چند مدارس ہیں جہاں طلبہ کی مناسب تعداد ہے، بقیہ ادارے گویا ویران ہورہے ہیں، کم وبیش ملک کے اکثر علاقوں کی یہی صورت حال ہے، مدارس زیادہ ہیں اور ان کی عمارتیں بھی وسیع اور دیدہ زیب ہیں، مگر مقامی طلبہ کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے، بہ ظاہر اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ مدارس کے فضلاء کو معاشی اعتبار سے سادگی، کفایت شعاری اور بعض اوقات مفلوک الحالی کی صورت حال سے گزرنا پڑتا ہے، یہ ایسا دور ہے جس میں روپے کی حیثیت کاغذ کے ایک ٹکڑے کی ہوگئی ہے اور اس نے اپنی قدر کھودی ہے، نیز ایک معمولی مزدور کی مزدوری بھی تین چار سو روپے یومیہ سے کم نہیں ہوتی مگر اب بھی زیادہ تر اداروں اور مسجدوں میں دینی خدمت گزاروں کا اکرامیہ چھ سات ہزار ہوتا ہے، اس کیفیت کے باوجود پہلے دیہات وقصبہ جات کی غریب آبادیوں سے طلبہ کی ایک تعداد دینی مدارس میں آجاتی تھی؛ کیوں کہ وہ عصری درس گاہوں کے اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں تھے؛ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے، گورنمنٹ نے اپنے اسکولوں میں بڑی سہولتیں فراہم کردی ہیں، نہ صرف بچوں کے لئے مفت تعلیم اور کتابوں کا انتظام ہے؛ بلکہ بعض ریاستوں میں طلبہ وطالبات کے لئے یونیفارم اور سائیکل کا بھی نظم کیا جاتا ہے اور بعض ریاستوں میں تو لیپ ٹاپ بھی تقسیم کیا گیا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اہل ثروت کی تو پہلے ہی سے ان اداروں کی طرف کم توجہ تھی، اب امت کا غریب طبقہ بھی اپنا قبلہ بدل چکا ہے، یہ صورت حال مستقبل میں مسلمانوں کے دین وایمان کے لئے بے حد نقصان دہ ہے، اس سلسلہ میں ایک اقتباس نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

"۱۹۹۰ء کے ٹائمز میں یہ خبر چھپی کہ ۲۰ یا ۵۰ سال کے بعد پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہوگا، انگلینڈ وغیرہ کے ماہرین اکٹھے ہوئے، کافی غور وفکر کے بعد کچھ سمجھ نہ آیا، آخر کار روم میں جان پال پوپ سیکنڈ کے پاس مسئلہ لے کر گئے تو اس نے ایک سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کے بچے زیادہ تر اسکولوں اور خاص طور پر انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھتے ہیں یا مدرسے میں؟ تو ماہرین نے کہا کہ ۸۰ فی صد سے زیادہ بچے اسکولوں میں پڑھتے ہیں اور بہت کم بچے مدارس دینیہ میں پڑھتے ہیں تو پوپ نے ایک فقرہ کہا: "کانوں میں روئی ڈال کر سو جاؤ، فکر نہ کرو، یہ بچے ہمارے ہیں، مسلمانوں

کے نہیں۔" (محاسن اسلام: ۲۰۱۷ء، صفحہ: ۵۸)

اس لئے اپنی آئندہ نسلوں کو ایمان پر قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ امت میں علماء کا جو تسلسل قائم ہے، وہ آئندہ بھی قائم رہے، ہر مسلمان والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد میں سے کسی کو علم دین کے حصول میں لگائیں اور معاشی اعتبار سے ان کے لئے ایسی تدبیریں کریں کہ وہ اپنی مختصر آمدنی کے ساتھ ان کا تعاون پاکر ایک باعزت زندگی گزار سکیں، خاص کر اہل ثروت مسلمانوں کو اس جانب توجہ دینی چاہئے، اس سے ان کی نسلوں کی بھلائی متعلق ہے، اس وقت عمومی طور پر امت کے دولت مند طبقہ کا یہ مزاج بنا ہوا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ دینی تعلیم نہیں دلاتے، اگر دینی جذبہ پیدا ہوا تو زیادہ سے زیادہ غریب گھرانوں کے بچوں کی تعلیمی کفالت کر لیتے ہیں، اس سے وہ آخرت میں یقیناً اجر کے مستحق ہوں گے، لیکن دنیا میں ان عالم بننے والوں کے علم سے خود ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا؛ اس لئے کہ جس بچہ کے والدین آپ کے یہاں محنت مزدوری کرتے ہیں اور ایک خادم کی حیثیت سے زندگی گذارتے ہیں، ان میں اتنا حوصلہ نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ تک دین کی بات پہنچائیں اور قابل اصلاح چیزوں کے سلسلہ میں آپ کو روک اور ٹوک سکیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ کچھ حوصلہ مند اور دینی حمیت سے مامور اشخاص اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کرنے کا تہیہ کریں، جن کا جینا اور مرنا اور جن کی پوری زندگی صرف اللہ کے لئے ہو: "ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین۔" ☆☆☆

ختم نبوت کنونشن لاڑکانہ

لاڑکانہ (حافظ محمد عمیر گجر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاڑکانہ کے زیراہتمام ختم نبوت کنونشن ۲۵ر ستمبر کو خواجہ مسجد میں بعد نماز عشاء منعقد ہوا۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شالیمار ٹرین سے سکھر تشریف لائے، قاضی صاحب کے ساتھ مولانا عبداللطیف اشرفی، محمد مبشر، مولانا محمد حسین ناصر نے لاڑکانہ میں حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو شہید کی قبر پر فاتحہ پڑھی، بعد نماز مغرب جامعہ اسلامیہ میں ڈاکٹر شہید کے صاحبزادے مولانا ناصر محمود سومرو سے ملاقات ہوئی۔ قبل عشاء جامعہ کے طلبا و اساتذہ کرام میں حضرت قاضی صاحب کا عقیدہ ختم نبوت پر بیان ہوا۔ بعد عشاء خواجہ مسجد میں مولانا مسعود احمد سومرو کی سرپرستی میں ختم نبوت کنونشن میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت قاضی صاحب کا تفصیلی بیان ہوا۔ علماء کرام نے کہا کہ مرزائی قادیانی کسی امت کا نام نہیں بلکہ ایک فتنہ کا نام ہے اور اسلام اور ملک کے غداروں کا گروہ ہے جو ملک میں افراتفری پھیلانے کے لئے سرگرم ہے۔ اس پروگرام کو کامیاب کرنے کے لئے حافظ حبیب الرحمٰن سندھی مبلغ ختم نبوت لاڑکانہ نے بھرپور محنت کی۔ مولانا مسعود احمد سومرو و دیگر علماء کرام نے بھرپور تعاون کیا، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ختم نبوت کانفرنس گاؤں لنجاری گھوٹکی

گھوٹکی (محمد مبشر گجر) ۲۶ر ستمبر بعد ظہر تا عصر لنجاری مدرسہ مفتاح العلوم حمادیہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے مولانا غلام مصطفیٰ برڑو مولانا محمد حسین ناصر، حافظ عبدالغفار اسعدی اور مولانا قاضی احسان احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پہلے نبیوں نے اعلان کیا کہ میں نبی ہوں، ہم نبی ہیں، ہمیں اللہ پاک نے نبی بنا کر بھیجا ہے، جب کہ امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ میں نبی ہوں اور آخری نبی ہوں اس لئے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ قرآن وحدیث کی رو سے دائرۂ اسلام سے خارج دجال اور کذاب ہے۔ مولانا قاضی احسان احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت عقیدۂ ختم نبوت اور مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ اور قادیانیوں کو دعوت اسلام دینے کے لئے گاؤں گاؤں، بستی بستی آواز لگا رہے ہیں، مولانا قاضی احسان احمد کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے حافظ عبدالغفار شیخ، مولانا عبدالباسط لنجار، بشیر احمد لنجار، شاہ زمان خان نے بھرپور محنت کی اللہ پاک جزائے خیر دیں۔

انتقال پُرملال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے رکن اور مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد کے والد گرامی قاضی فیض احمد ۱۵ر اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز پیر قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ اگلے روز آبائی علاقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کی امامت میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر صاحبزادہ مولانا خواجہ عزیز احمد مدظلہ، کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، ناظم دفتر کراچی محمد انور رانا، سیّد انوار الحسن، مبلغین ختم نبوت، مجلس سے وابستہ متعلقین وکارکنان ختم نبوت، علماء وطلبا اور عوام الناس کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

خانقاہ بہلویہ کے لیل ونہار

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

جامعہ اشرف العلوم شجاع آباد کی بنیاد تاج الاولیاء حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ نے ۱۹۵۵ء میں رکھی اور بستی کا نام اسلام آباد رکھا۔ جب اسلام آباد کے نام سے پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا تو گورنمنٹ کا حکم نامہ آیا کہ بستی کا نام اسلام آباد نہ رکھا جائے تو حضرت والا نے اس کا نام حبیب آباد رکھا اور مدرسہ کا نام اپنے ایک شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے نام پر ''اشرف العلوم'' رکھا۔ حضرت والا نے نصف صدی سے زائد مسجد اور مدرسہ کی مفت خدمت کی، کسی قسم کا وظیفہ اور مشاہرہ نہیں لیا۔

حضرت والا کے انفاس قدسیہ سے ہزارہا عوام اور سینکڑوں علماء کرام نے فیوض و برکات حاصل کیں۔ حضرت والا اپنے وقت کے جید علماء کرام اور مشائخ عظام سے فیض یاب ہوئے، آپ نے دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ سے مفید اسباق پڑھے تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہاں سے گرفتار ہوکر مالٹا کی جیل میں نظر بند رہے، تو حضرت الاستاذؒ کی گرفتاری کے بعد دارالعلوم دیوبند کی صدارت اور شیخ الحدیث کا منصب امام العصر حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کو تفویض ہوا تو آپ نے بخاری شریف حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھی اور باقی اسباق دارالعلوم دیوبند کے دیگر اساتذہ کرام سے پڑھے اور سند یاب ہوئے، روحانیت کے اسباق حضرت مولانا محمد امیر داماںیؒ، حضرت شاہ فضل علی قریشیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ، حضرت مولانا محمد عمر چشمہ شریف بلوچستان سے حاصل کئے اور خلافت سے فیضیاب ہوئے۔

جب آپ مسند رشد و ہدایت پر براجمان ہوئے تو آپ کی طرف رجوع عام ہوا، ہزاروں عوام اور سینکڑوں علماء کرام نے روحانیت کے مقامات طے اور حاصل کئے اور کئی ایک علماء کرام مشائخ عظام بنے۔ اگرچہ آپ چاروں سلسلوں سے مجاز تھے، لیکن آپ پر غلبہ نقشبندیت کا تھا۔ اکثر حضرت تھانویؒ اور مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کے طرز پر دورۂ تفسیر پڑھاتے، جس میں دسیوں علماء کرام شرکت فرماتے۔ حضرت بہلویؒ وقت کے عظیم مصلح اور اولیاء کرام کے سرتاج تھے۔ حضرت والا کو اللہ پاک نے تین بیٹے عطا فرمائے۔ مولانا محمد ہاشمؒ آپ کی زندگی میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ حضرت مولانا عبدالحئیؒ بہلوی نقشبندی آپ کے ساتھ دورۂ تفسیر کے طلبا کو اپنے علوم و معارف سے مستفید فرماتے۔ راقم نے ۱۹۷۰ء میں دورۂ تفسیر میں شرکت کی۔ اس سال پندرہ پارے آپ نے خود اور پندرہ پارے حضرت مولانا عبدالحئیؒ نے پڑھائے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ آخر عمر میں رجوع خلق عام ہوگیا اور ۲۲؍محرم الحرام ۱۳۹۸ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۷۸ء خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اگلے دن صبح مدرسہ اشرف العلوم اور خانقاہ بہلویہ میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ جنوبی پنجاب کے تمام مدارس میں عام تعطیل کا اعلان کردیا گیا۔ ۲؍جنوری ۱۹۷۸ء ظہر کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی امامت میں ادا کی گئی، ایک محتاط اندازہ کے مطابق پچاس ہزار سے زائد مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور آپ کو مسجد کے جنوب کی طرف پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کیا گیا۔

خانقاہ بہلویہ کے دوسرے گل درخشاں حضرت مولانا عبدالحئی بہلوی نقشبندیؒ تھے، جو چال ڈھال، رہن سہن اور بہت سے اوصاف میں حضرت والا کی کاپی تھے۔ حضرت والا نے اپنی زندگی میں اپنے ساتھ تعلیم و تربیت میں شریک فرمالیا تھا، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ۱۹۷۰ء میں بندہ نے جب دورہ تفسیر میں شرکت کی تو پندرہ پارے حضرت موصوف نے پڑھائے۔

حضرت بہلویؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے اختلاف و انتشار سے بچنے کے لئے مدرسہ اشرف العلوم سے آدھ کلو میٹر کے فاصلہ پر جامعہ بہلویہ کی بنیاد رکھی اور جامعہ سے ملحق اپنی رہائش گاہ بھی تعمیر کرائی اور نئی خانقاہ میں

منتقل ہوگئے۔ حضرت والا کا حلقہ پچاس فیصد سے زائد حضرت مولانا عبدالحئی بہلویؒ کے دامن سے متعلق ہوگیا اور دن رات مریدین کی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ ہوگئے۔ کئی کئی روز مسلسل سفر پر رہتے اور خلق خدا کو اللہ، اللہ کی تلقین کرتے تا آنکہ آپ کا وقت موعود آن پہنچا اور آپ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

آپ کے فرزندان گرامی میں سے بڑے بیٹے مولانا عبیداللہ ازہرؒ آپ کے جانشین مقرر ہوئے جو آج سے چند روز قبل انتقال فرماگئے، جن کا تذکرہ کسی گزشتہ شمارہ میں آچکا ہے۔

حضرت بہلویؒ کے چھوٹے فرزند ارجمند حضرت مولانا عزیز احمد بہلوی دامت برکاتہم ہیں جو حضرت والدؒ کے مدرسہ اور خانقاہ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک ان کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔ ۸/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۲۰۱۸ء راقم الحروف کے شیخ، شیخ الحدیث والتفسیر پیر طریقت حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم اپنے شیخ کی مرقد انور کی زیارت کے لئے شجاع آباد تشریف لائے۔ عزیزی قاری ابوبکر صدیق سلمہ کی معیت میں حضرت الشیخ مدظلہ العالی اور سجادہ نشین خانقاہ بہلویہ کی خدمت میں حاضری دی۔ قدیم مسجد گرا کر نئی خوبصورت مسجد تکمیل کے مراحل طے کررہی ہے۔ سجادہ نشین صاحب دن رات خانقاہ میں اللہ، اللہ کی ضربیں لگاتے اور عوام وخواص کو فیضیاب کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد علالت اور تکالیف کے باوجود ذکر جہر اور مراقبہ کراتے ہیں۔ جس سے حضرت بہلوی نوراللہ مرقدہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ آپ بھی کثیر العیال ہیں۔ آپ کے ایک فرزند ارجمند مولانا عبدالرحمن بہلوی سلمہ، میرے حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کے دامن سے وابستہ ہیں۔ خانقاہ بہلویہ کے متعلقین ومتوسلین ان کے صلاح وتقویٰ کی وجہ سے ان کی طرف نظریں لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک انہیں ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائیں اور اپنے باپ دادا کی مسند کو سنبھالنے کی توفیق دیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی دوسری اولادیں بھی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں۔ اللہ پاک ہمارے حضرت بہلویؒ کی اس مسند کو قیامت تک آباد وشاداب رکھیں اور خانقاہ ہمیشہ سدا بہار رہے۔ آمین ثم آمین۔ ☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر یوم احتجاج منایا گیا

کراچی (پ ر) سینیٹ آف پاکستان میں ناموسِ رسالت کے قانون میں ترمیم کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر ملک بھر میں یوم احتجاج ۱۲/اکتوبر بروز جمعہ منایا گیا اور مذمتی قراردادیں منظور کی گئیں۔ مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ نے جامع مسجد عائشہ باوانی بزرٹہ لائن، مولانا پیر سید امین الدین پاشا نے جامع مسجد خاتم النبیین گرین ٹاؤن، مولانا محمد قاسم نے جامع مسجد باب الرحمت دفتر ختم نبوت پرانی نمائش، مولانا سید یوسف حسن طاہر نے جامع مسجد بنوری ٹاؤن، مفتی سلمان یٰسین نے نجم مسجد بلوچ کالونی، مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ نے جامع مسجد اقصیٰ شاہ لطیف ٹاؤن، مولانا محمد نعمان ارمان مدنی نے مسجد الحبیب سپریم کورٹ آف پاکستان، مولانا محمد رضوان نے جامع مسجد محمدی کلفٹن، مولانا حمید سعدی نے جامع مسجد سنہری پرنس روڈ، مولانا مسعود لغاری نے مسجد تقویٰ اسٹاف لائن لکی اسٹار، مفتی نسیم ثاقب نے مسجد امیر معاویہ لی مارکیٹ، مفتی شعیب عالم نے جامع مسجد ٹیلیگراف، مولانا نورالحق نے جامع مسجد محمودیہ میراں ناکہ لیاری، مولانا خالد محمود نے جامع مسجد ناظم آباد، مولانا شاہ الرحمن نے اسلامیہ مسجد کیفے پیالہ، مولانا محمد عثمان نے ادارہ الفرقان محمد علی سوسائٹی، مولانا حسین علی نے جامع مسجد انوار العلوم کورنگی، مولانا سلام اللہ نے جامع مسجد رحمانیہ بلال کالونی، مولانا ولی اللہ ہزاروی نے توحید مسجد گلشن حدید، مولانا قاضی منیب الرحمن نے صدیق اکبر مسجد ریلوے کالونی، مولانا احسن راجہ نے طیبہ مسجد لانڈھی اسٹیشن، مولانا طارق محمود نے مدینہ مسجد وائرلیس گیٹ پورٹ قاسم، مولانا قاضی احسان احمد نے جامع مسجد نورانی، مفتی محمد راشد مدنی نے دارالعلوم ضیاء القرآن، مولانا محمد اویس نے جامع مسجد عمر، مفتی احمد نے جامع مسجد قندھاری، مولانا عبدالرزاق نے طوبیٰ مسجد، مولانا انوارالحق نے مرکزی جامع مسجد کوئٹہ، مولانا توصیف احمد نے جامع مسجد ختم نبوت جامشورو، مولانا تجمل حسین نے مرکزی جامع مسجد نواب شاہ میں اور دیگر علماء ومبلغین ختم نبوت نے جمعۃ المبارک کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ناموسِ رسالت کی حفاظت ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے، جس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ حکومت ناموس رسالت کا مکمل تحفظ یقینی بنائے اور گستاخان رسالت کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ علماء نے قرارداد مذمت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ناموسِ رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم سے باز رہے، سینیٹ میں پیش کی جانے والی ترمیم فوری واپس لی جائے، بصورت دیگر ملک بھر میں شدید احتجاج کیا جائے گا۔

ملتان کا سفر اور کچھ دیر کتابوں کے درمیان

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

’’کتابیں اہلِ علم کا حقیقی سرمایہ ہوتی ہیں۔‘‘ اس قول کا عملی مشاہدہ گزشتہ ہفتے ملتان کے ایک کتب خانہ کو دیکھنے پر ہوا۔ بہت عرصہ پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے بتایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کتب خانے کا کیٹلاگ تیار ہو رہا ہے۔ پھر جب یہ خوش خبری ملی کہ کتب خانہ کمپیوٹرائزڈ ہو چکا ہے تو کتب خانہ دیکھنے کا اشتیاق مزید بڑھ گیا۔ مولانا اللہ وسایا سے رابطہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ آپ یہاں تب آئیں کہ جب میں ملتان میں موجود ہوں، تاکہ آپ کو اِستفادہ کرنے میں آسانی ہو۔ اِس دوران میں نواسۂ امیر شریعت محترمی سید محمد کفیل بخاری حفظہ اللہ بھی مولانا سے مسلسل رابطے میں رہے۔ بالآخر مجھے حضرت شاہ صاحب نے مطلع فرمایا کہ مولانا سے ۶ تا ۸ محرم الحرام کے ایام طے ہو گئے ہیں۔

شاہ جی لاہور تشریف لائے ہوئے تھے، میں بھی تلہ گنگ سے لاہور پہنچ گیا۔ رات دفتر احرار لاہور میں قیام ہوا اور صبح شاہ جی کی معیت میں ملتان کا سفر شروع ہو گیا۔ چیچہ وطنی جناب عبداللطیف خالد چیمہ مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام کا مستقر ہے۔ اِن دنوں وہ علیل ہیں، ان کی بیمار پرسی کے لیے چیچہ وطنی (ضلع ساہیوال) میں پڑاؤ ہوا۔ اُن کی عیادت اور اہم مشاورت کے بعد ظہر کی نماز جامع مسجد میں ادا کی، دفتر میں کھانا کھایا اور وہاں سے رخصت ہو کر ملتان کے راستے پر ہو لیے۔ ڈاکٹر محمد آصف ناظم شعبہ دعوت و اِرشاد مجلس احرار اسلام کی خوش گفتاری سے فاصلے کی طوالت کا احساس ہی نہ ہوا اور ہم ملتان پہنچ گئے۔

رات کو خانوادۂ امیر شریعتؒ کے مرکز دار بنی ہاشم میں قیام ہوا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند ارجمند، قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم اِن دنوں صاحب فراش ہیں۔ بہت کمزور ہو چکے ہیں، چند قدم چلنا بھی دشوار ہو چکا ہے۔ اُن کی بیمار پرسی کی اور دعائیں لیں۔ ۶ محرم الحرام کی صبح کو ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ میں مولانا اللہ وسایا ہمارے منتظر تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے ہمراہ وہاں حاضری دی۔ مولانا اللہ وسایا سے مل کر احساس ہوا کہ ابھی پرانے وقتوں کے لوگ موجود ہیں۔ اُن کی شفقت و محبت، والہانہ استقبال اور بے تکلفانہ سلوک نے ہمارے عزم و حوصلہ کو مہمیز دی۔ اللہ اُن کی عمر میں برکت دے، ایسے مشفق بزرگ اب قصۂ ماضی بنتے جاتے ہیں۔ اُن کا وجود غنیمت ہے۔

وہ مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا تاج محمود رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں کی تربیت اور صحبتوں سے فیض یافتہ ہیں۔ لذتِ کام و دہن سے فارغ ہوئے تو مولانا اللہ وسایا نے پوچھا کہ کام کہاں سے شروع کیا جائے؟ مجھے مجلس احرار اسلام کی تاریخ سے متعلق مطبوعہ کمیاب کتب و رسائل اور اخبارات کی ضرورت تھی، کیونکہ میں احرار کی تاریخ اور اُس کی بپا کردہ تحریکوں پر تحقیقی و تصنیفی کام کر رہا ہوں۔ اِس لیے کتب دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مولانا نے کتب خانہ کے ایک کارکن بھائی مولانا محمد وسیم کو کمپیوٹرائزڈ فہرست دکھانے کے لیے کہا۔ سلیقہ و ترتیب سے تیار شدہ فہرست سے استفادہ کرنے میں بہت آسانی ہوئی۔ مطلوبہ کتب میسر آئیں تو انہیں فوٹو اسٹیٹ کرا لیا، بعدازاں مجلس احرار کے اخبار روزنامہ ’’آزاد‘‘ لاہور، اور ہفت روزہ ’’الفضل‘‘ سہارنپور کے بعض شماروں کی اہم خبروں کے موبائل سے فوٹو لیے۔

کتب خانے میں مسلسل تین روز آمد و رفت رہی اور طبیعت خوش ہوئی کہ بیشتر مطلوبہ مواد یہاں سے میسر آ گیا اور یہ سب مولانا اللہ وسایا کی شفقت، کتاب دوستی اور علم سے محبت کا نتیجہ تھا۔ بعدازاں اُن سے کتب خانے کے حوالے سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ کی امارت کے زمانے میں کتب خانہ کا کام بغیر کسی کے کہنے پر

میں نے محض اپنے شوق سے سنبھالا اور پھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے دور میں تمام ذمہ داری میرے سپرد ہوگئی۔ قیمتی، نادر و نایاب کتب کو اکٹھا کرنا مولانا اللہ وسایا کی ذاتی دلچسپی اور محنت کا مرہون منت ہے۔ انہوں نے ایک ایک ورق اکٹھا کیا اور اب یہ عظیم کتب خانہ ۲۵ ہزار کتب اور نادر اخبارات وجرائد پر مشتمل ہے۔ جس سے فائدہ اٹھانے کی اہل علم کو مکمل آزادی اور سہولت ہے۔

یاد رہے کہ اس کتب خانہ میں موجود اَحرار کے ترجمان روزنامہ ''آزاد'' اور ہفت روزہ ''الفضل'' کے فائل دراصل مولانا تاج محمودؒ (بانی مدیر ''لولاک'') کی ذاتی لائبریری کا حصہ تھے جو مولانا تاج محمودؒ کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے صاحبزادہ طارق محمودؒ نے عطیہ کیے تھے۔ یہ علمی ایثار وقربانی کی ایک قابل تقلید مثال ہے۔ اس کردار کا تسلسل ہی ایسی تاریخی امانتیں محفوظ ہاتھوں کو سونپ سکتا ہے، وگرنہ نا اہل اولادوں اور ناخلف ورثا کے ذریعے انتہائی قیمتی کتب کے ضائع ہوجانے کے سینکڑوں واقعات موجود ہیں۔

پاکستان میں کئی ایسے ذاتی کتب خانے بھی ہیں کہ اُن سے کسی کو نفع اٹھانے کی کوئی سہولت دستیاب نہیں ہے اور انہیں دیمک چاٹ رہی ہے۔ حالانکہ علم کا فروغ صدقۂ جاریہ ہے۔ اگر ذاتی کتب خانوں کو قابل اعتماد اداروں کے سپرد کردیا جائے تو جہاں علمی سرمایہ محفوظ ہوجاتا ہے، وہاں اہل علم کو علمی پیاس بجھانے کے مواقع بھی میسر آتے ہیں۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۷؍ستمبر ۲۰۱۸ء)

شانِ امام حسینؓ وختم نبوت کانفرنس

میر پور..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ میرپور بُرڈو کے زیر اہتمام ۲۹؍ستمبر ۲۰۱۸ء بعد ظہر تا عصر عظیم الشان شان امام حسین وختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد حسین ناصر مبلغ سکھر، مولانا طارق محمود سومرو، مولانا ریاض احمد سومرو نے کہا کہ حضرت امام حسینؓ نے اپنی جان قربان کردی، اپنے اہل بیت کے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی، مسلمان کا ایمان صحابہ کرام و اہل بیت کی محبت سے مکمل ہوتا ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت امام حسینؓ و اہل بیت کی شان میں جس قدر گستاخیاں کی ہیں مسلمان ان کو قطعاً برداشت نہیں کرسکتے کہ قادیانی ایسے دجال کذاب، انبیاء کرام، اہل بیتؓ، صحابہ کرامؓ کی توہین کرنے والے کو نبی مانیں اور ہم ان سے دوستی کریں۔ اس کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے مولانا ہزار خان، حافظ عبیداللہ، مولانا ظہیر احمد نے بھرپور محنت کی۔

مبلغ مولانا محمد ناصر حسین خطبۂ جمعہ

گول مسجد اخوت نگر سکھر میں ۱۴؍ستمبر کے جمعہ کے اجتماع سے بیان کرتے ہوئے مولانا محمد حسین ناصر مبلغ ختم نبوت سکھر نے کہا کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں، قادیانیوں سے خیر کی توقع نہ کریں، جو امام الانبیاء کے غدار ہیں وہ حکمرانوں کے وفادار نہیں ہوسکتے۔

۲۱؍ستمبر کو مصطفی مسجد آباد گاؤں سکھر میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے مولانا محمد حسین ناصر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر نے کہا کہ علماء کرام انبیاء کرام علیہ السلام وارث ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن اسلام کے باغبان ہیں وہ باغ محمدی کے پہریدار اور چوکیدار ہیں جس طرح ایک چوکیدار کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی دے اسی طرح علماء کرام بھی تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری ادا کررہے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر نے ۲۸؍ستمبر جمعہ کا بیان گاڑھو گوٹھ کی جامع مسجد میں کیا۔ ابیلو گوٹھ میں مولانا محمد عیسیٰ و دیگر علماء کرام سے ملاقات کی۔ مولانا نے اپنے بیان میں کہا کہ سیّد البشر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے رشد وہدایت کا بہت بڑا ذریعہ بنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت نے مسلمانوں کے سامنے ایک عظیم الشان اسوہ اور نمونہ پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و تشریف آوری کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکمیل دین کی بشارت دی اور آپ کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع کرنے کا اعلان فرمادیا، قرآن وحدیث کی رو سے اس کو عقیدۂ ختم نبوت کہا جاتا ہے جو کہ دین کی بنیاد ہے۔

مسیح علیہ السلام کے بارے میں

اناجیل کے تضادات

محمد سہیل جمیل

گزشتہ سے پیوستہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں یسوع مان لیا؟ تو اس کا جواب آسان ہے کہ اس کی بھی صورت بدل گئی تھی اور وہ یسوع سے مشابہ ہوگیا تھا۔ اس کا جواب زبور میں بھی الہامی طور پر درج ہے، لکھا ہے کہ: ”کیونکہ اے مالکِ خداوندا! میری (یسوع کی) آنکھیں تیری طرف ہیں میرا توکل تجھ پر ہے، میری جان کو بیکس نہ چھوڑ۔ مجھے اس پھندے سے جو انہوں نے میرے لئے لگایا ہے اور بدکرداروں کے دام سے بچا۔ شریر (یہوداہ) آپ اپنے جال میں پھنسیں اور میں (یسوع) سلامت بچ نکلوں۔“ (۱۴۱:۸۔۱۰)

یوں خدا کے الہام کے مطابق تصدیق شدہ بات ہوگئی کہ یسوع سلامت بچ نکلے اور شریر یہوداہ ہی اپنے جال میں پھنس کر صلیب پر جا چڑھا اور اسی وجہ سے وہ بار بار چلاتا رہا کہ: ”اے خدا، اے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟“ اگر مسیح ہی مصلوب ہوتے تو وہ کیوں چلاتے کہ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا، کیونکہ وہ تو خدائی منصوبے کے تحت (عیسائی عقیدے کے مطابق) آئے ہی صلیب پر جان دینے تھے وہ تو مطمئن و خوش ہوتے، چلاتے نہیں۔ یوں بھی ثابت ہوا کہ مصلوب مسیح نہیں، یہوداہ ہوا تھا، کیونکہ لکھا ہے کہ: ”صادق مصیبت سے رہائی پاتا ہے اور شریر اس میں پڑ جاتا ہے۔“ (امثال،۱۱:۸) اور یسوع صادق تھے، اس لئے موت سے بچ نکلے اور شریر مصلوب ہوا۔

یہ کہا جائے کہ متی نے تو لکھا ہے کہ یہوداہ نے پھانسی لے لی اور مر گیا، یعنی مصلوب نہیں ہوا تو متی کا یہ بیان بھی مشکوک بلکہ جھوٹا ہے کیونکہ اس کے الٹ اور برخلاف اعمال کی کتاب، ب:۱،۱۸ میں لکھا ہے کہ: ”یہوداہ سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا۔“

اب مقدس اناجیل کے کس بیان کو صحیح مانیں؟ یہاں بھی اناجیل میں بے شمار تضاد ہی طرح تضاد ہے، یہوداہ کی موت کا ہی نہیں پتہ کہ کس طرح مرا، یہاں بھی شکوک و شبہات ہیں تو کس طرح مان لیں، جبکہ مرقس و یوحنا نے یہوداہ کی موت کا ذکر ہی نہیں کیا، نہ پولس نے۔

تو یہی قرین قیاس و سچ و حق ہے کہ یسوع مسیح صادق کو بچالیا گیا اور شریر یہوداہ کو مصلوب کیا گیا ہے، جیسا کہ لکھا بھی ہے کہ: ”نیک آدمی خداوند کا مقبول ہوگا لیکن بُرے منصوبے باندھنے والے کو وہ مجرم ٹھہرائے گا۔“ (امثال،ب:۱۲،۲)

اس طرح حق و سچ یہی ہے کہ نیک آدمی یسوع خداوند کا مقبول ہوا اور بُرے منصوبے بنانے والا یہوداہ مجرم ٹھہرا اور سزا صلیب تھی۔

اسی لئے یسوع کے لئے ہے کہ: اے خدا! میں نے تجھ پر توکل کیا ہے، مجھے شرمندہ نہ ہونے دے، میرے دشمن مجھ پر شادیانہ نہ بجائیں۔“ (زبور،۲۵:۲)

اور یوں یہ ثابت ہوا کہ مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور وہ صلیب پر نہیں چڑھے اور ان کے بدن کو قبر میں سڑنے سے بچالیا گیا کہ کون قبر میں شکرگزاری کرتا ہے اور یوں پتہ چلا کہ یہوداہ صلیب پر چڑھا اور مصلوبیت کا عقیدہ جو پولس نے دیا تو اس کی وجہ سے آج تک عیسائی دنیا یسوع کے بجائے یہوداہ کی مصلوبیت پر گڈ فرائیڈے مناتی ہے اور گناہ میں مرتی ہے، اسی لئے تو یسوع مسیح نے کہا تھا کہ: ”تم گناہ میں مرو گے۔“ (یوحنا،۸:۲۱)

یہ اعتراض کہ پھر مسیح تین دن بعد قبر سے نکل کر شاگردوں کو کیسے نظر آیا؟ تو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یسوع کے قبر سے نکل کر شاگردوں کو نظر آنے میں بھی چاروں اناجیل میں بہت تضاد ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب الہامی نہیں ہے بلکہ سن سنا کر قصہ کہانی لکھی گئی ہے، کیونکہ اناجیل بھی یسوع کے اٹھائے جانے کے ۴۰۔۴۵ سال بعد لکھی گئی تھی اور اس کے چند تضاد پیش ہیں۔ لوقا، ب:۲۴، ۱۲ میں لکھا ہے: ”پطرس قبر تک دوڑا گیا اور دیکھا تو قبر میں کفن ہی کفن تھا، مسیح نہ تھے۔“ یوحنا، ب:۲۰، ۳۔۵ میں لکھا ہے کہ: ”پطرس اور دوسرا شاگرد قبر کی طرف چلے اور پہلے دوسرے شاگرد نے قبر میں جھانکا۔“

یوں پتہ چلا کہ تضاد ہے، اس قصہ میں کہ صرف پطرس قبر پر گیا یا پطرس کے ساتھ شاگرد بھی اور پہلے کس نے جھانکا؟ اس ایک آیت میں ہی دو غلطیاں ہیں۔

لوقا میں ہے کہ: ”انہوں نے بھی مچھلی کا

قتلہ مسیح کو دیا اور اس نے کھایا۔"
(لوقا، ب:۲۴، ۴۲،۴۳)

جبکہ یوحنا ب:۲۱، ۱۳ میں لکھا ہے کہ:"مسیح نے شاگردوں کو روٹی دی اور مچھلی بھی دی" یعنی یہاں خود نہیں کھائی بلکہ شاگردوں کو دی، یہ بھی یسوع کے قبر سے نکلنے کے بعد کا فرق اور تضاد ہے۔

غرض غلطیاں اور تضاد لکھنے کے لئے بیٹھوں تو کئی کتابیں لکھ دی جائیں۔

بہر حال ثابت یہ کرنا تھا کہ مسیح قبر سے نکل کر نہیں آئے تھے بلکہ دوسری بات ہے کہ بمطابق انجیل برنباس کے وہ مصلوب ہوئے بغیر آسمان پر فرشتوں کے ہاتھوں اٹھا لئے گئے تھے اور پھر خدا سے اجازت لے کر آسمان سے زمین پر آئے تھے تاکہ اپنے غمزدہ پریشان حال اور پراگندہ شاگردوں کو حوصلہ و ڈھارس دیں اور ان کی اپنے بعد تعلیم وتبلیغ کی راہ متعین کر دیں اور بعد اس کے وہ واپس آسمان کو چلے گئے اور یوں وہ زندہ رہے اور یہوداہ شریر کی موت مرا اور مصلوب ہوا اور آج تک عیسائی دنیا یہوداہ کی پوجا کر کے گناہ کی موت مرتی ہے۔

اسی لئے تو لکھا ہے کہ:"اے خداوند! تو میری جان کو پاتال سے نکال لایا ہے، تو نے مجھے زندہ رکھا ہے کہ گور (قبر) میں نہ جاؤں۔" (زبور،۳۰:۳)"قبر میں نہیں گئے۔" پھر بے شمار اناجیل جیسے پطرس، قدی، یعقوب، برنباس کی اناجیل میں واقعہ مصلوبیت نہ تھا کیونکہ اس میں مسیح مصلوب نہیں ہوئے تھے، اس لئے ان اناجیل کو عیسائی کلیسا نے غیر الہامی قرار دے کر رد کر دیا۔

غرض یہ ہر طرح کے واقعات سے، مسیح کے اپنے بیانات سے، عہدنامہ قدیم سے ثابت ہے کہ یسوع مصلوب نہیں ہوئے، قبر میں نہیں گئے، جیسے لکھا ہے کہ:"تاکہ وہ ابد تک جیتا رہے اور قبر کو نہ دیکھے۔" (زبور،۴۹:۹) یعنی مسیح قبر میں گئے ہی نہیں۔

خدا نے یسوع کو مصلوب ہونے سے بچایا اور اس کا مصلوبیت کا عہدہ کسی اور کو دے دیا، چنانچہ لکھا ہے کہ:"اس کا عہدہ دوسرا لے لے۔" (اعمال، ب:۱، ۲۰) اور ہلاکت کے فرزند کے سوا ان میں سے کوئی ہلاک نہیں ہوا۔ (ہلاکت کا فرزند یہوداہ)۔ (یوحنا،۱۷:۱۲)

مسیحی مفسر ولیم میکڈونلڈ یوحنا کی انجیل کی تفسیر میں، ب:۱۷، ۱۲ کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ ہلاکت کا فرزند یہوداہ اسکریوتی کو کہا گیا ہے۔ (صفحہ:۴۴۱)

یوں پتہ چلتا ہے کہ انجیل نویسوں نے مصلوبیت سے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اس کے گواہ و عینی شاہد نہ تھے، دوسرے یہ سب کچھ مسیح کے آسمان پر جانے کے طویل عرصے بعد لکھا گیا ہے اور ان میں سے بھی صرف متی ہی شاگرد تھے، مرقس، پطرس شاگرد کا شاگرد تھا۔ لوقا بھی شاگرد نہ تھا اور انجیل نویس یوحنا کا بھی مصدقہ نہیں کہ وہ کون سا یوحنا تھا، کیونکہ یسوع کا شاگرد یوحنا تو اجڈ اور جاہل تھا، وہ مچھلی پکڑنے والا مچھیرا تھا۔

ان شاگردوں کے لکھے کو کامل یقین واعتماد حاصل نہیں جبکہ ان کی لکھی اناجیل کو اٹھا کر دیکھا جائے تو ان چاروں میں کسی ایک بھی واقعے پر دو اناجیل بھی متفق نہیں اور آپس میں تضاد رکھتی ہیں اور ان کی کاٹ چھانٹ ہوتی رہی ہے اور نیقاوی کونسل میں چوتھی صدی عیسوی میں منتخبہ بائبل کی تدوین ہوئی ہے۔

جیسے یسوع کی صلیب کس نے اٹھائی؟ تین لکھیں کہ شمعون کرینی نے اور یوحنا لکھے کہ خود یسوع نے، کوئی کہتا ہے کہ: یہوداہ نے کہا جس کا میں بوسہ لوں وہ مسیح ہوگا اور کوئی لکھتا ہے کہ مسیح کو کسی نے پہچانا ہی نہیں۔

کوئی لکھتا ہے کہ ایک ڈاکو نے مسیح کی حمایت کی۔ (لوقا، ب:۲۳)

کوئی لکھتا ہے کہ دونوں ڈاکوؤں نے مسیح پر لعن طعن کی۔ (متی، ب:۲۷)

یہ سب ثابت کرتا ہے کہ سب سنے سنائے قصوں کو لکھ دیا گیا ہے ورنہ کوئی بھی انجیل نویس دوسرے سے متفق نہیں۔ جس نے جو سنا اپنے ارادے اور عقیدے کے مطابق عقیدت سے بغیر تصدیق کئے لکھ دیا، جیسا کہ لکھا بھی ہے کہ:"میں نے پہلا رسالہ (انجیل نہیں) ان سب باتوں کے بیان میں لکھا جو یسوع شروع میں کرتا، سکھاتا رہا۔" (اعمال، ب:۱، ۱)

جیسا کہ ابتدا میں لکھا کہ قرآن کہتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کو شک میں مبتلا کر دیا گیا ہے، اسی وجہ سے یسوع کے بعد سے ہی بے شمار عیسائی فرقے گزرے جو یسوع مسیح کے مصلوب ہونے کے قائل نہیں تھے مگر موجودہ مسیحیت کے عروج کی وجہ سے وہ سب دب گئے (پادری سیل کے ترجمہ قرآن میں سورۂ نساء) کے ذیل میں بیان ہے:

پادری سیل کہتے ہیں کہ:"غیر مسیحی مورخوں نے بھی مسیح کے مصلوب ہونے کا بیان طنزاً ہی ذکر کیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ مسیح مصلوب ہوئے۔"

تو پادری سیل صاحب کے جواب میں میری یہ تمام تحریر کافی ہے کہ بے شک غیر مسیحی

مورخوں نے مصلوبیت کا بیان دیا ہے مگر وہ بھی مسیحی و یہودی کی طرح شک میں مبتلا کر دیئے گئے، جیسا بیان ہو چکا کہ مسیح نہیں یہودا اسکریوتی مصلوب ہوا، کیونکہ وہاں دو ہی فرد تھے اور مسیح کو پہچانا نہیں گیا اور یہوداہ کو رات میں مسیح سمجھ کر پکڑ لیا گیا اور خدا نے بھی اس کی صورت بدل دی تھی۔

اسی لئے لکھا ہے کہ: ''مجھے اس پھندے سے جو انہوں نے میرے لئے لگایا ہے اور بدکرداروں کے دام سے بچا، شریر آپ اپنے جال میں پھنسیں اور میں (یسوع) سلامت بچ نکلوں۔'' (زبور:۱۴۱، ۹،۱۰)

غرض کہ اتنے ڈھیر سارے بائبل کے حوالوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یسوع مسیح کو مصلوب نہیں کیا جاسکا اور ان کی جگہ ہلاکت کا فرزند، شریر اور یسوع کا عہدہ لینے والا یہوداہ اسکریوتی جس کی شکل بدل گئی تھی وہ مصلوب کیا گیا، اسی لئے وہ چلاتا رہا کہ: ''اے خدا، اے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔''

اسی لئے پادری سیل کے مورخین نے یہوداہ کی مصلوبیت کو یسوع کی سمجھ کر طنزاً ذکر کیا ہے۔

اور خدا نے یسوع کو فرشتوں کے ہاتھوں اٹھوالیا، کیونکہ وہ رو رو کر اپنے بچنے کی دعا کرتا تھا اور خدا نے اس کی سنی، اسی لئے تو لکھا ہے کہ: ''تو نے مجھے زندہ رکھا ہے کہ گور (قبر) میں نہ جاؤں۔'' (زبور۳۰:۳) تو یسوع تو قبر میں گیا ہی نہیں، اسے تو خدا نے زندہ رکھا تو جو قبر میں جائے ہی نہیں وہ قبر سے نکلے گا کیسے؟ اور یہوداہ صلیب پر مرا اور اسے لوگوں نے قبر میں دفنایا، مگر بمطابق یہودیوں کے لوگ یہوداہ کو یسوع کی لاش سمجھ کر قبر سے نکالنے کے لئے گئے، اسی لئے تو یہودی قبر پر پہرہ لگواتے ہیں کہ لوگ لاش کو قبر سے نہ نکال کے لے جائیں اور لوگ لاش نکال کر لے جاتے ہیں اور کسی اور جگہ دفنا دیتے ہیں اور یوں مسیح ابد تک جیتا رہے اور قبر کو نہ دیکھے۔ (زبور۴۹:۹)

غرض ہر طرح ثابت ہے کہ یسوع مصلوب نہیں ہوا وہ زندہ آسمان پر ہے بغیر قبر میں جائے اور یہوداہ مصلوب ہوا اور اسی لئے تمام وہ جو مصلوبیت کو مانتے ہیں وہ گناہ میں مرتے ہیں۔ (یوحنا ب:۸، ۲۱)

یہ ہے درحقیقت مصلوبیت کی اصلیت!!

ختم نبوت کانفرنس گھوٹکی شہر

گھوٹکی (محمد عمیر گجر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گھوٹکی کے زیر اہتمام ۲۶؍ ستمبر بعد نماز مغرب مدرسہ قاسم العلوم میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مولانا عبدالغفار اسعدی، مولانا محمد امین چنہ، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا قاضی احسان احمد مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی، حضرت مولانا سائیں عبدالمجیب پیر شریف والوں نے اپنے خطاب میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنۂ قادیانیت کی سنگینی سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ مولانا قاضی احسان احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ حکومت پاکستان توہین رسالت کے قانون کو غیر موثر کرنے کی سازش کر رہی ہے، اگر ایسا ہوا تو پھر مسلمان غازی علم الدین، ممتاز قادری کا کردار ادا کرنے پر مجبور ہوں گے اور حالات کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ حضرت مولانا عبدالمجیب پیر شریف والوں نے اپنے بیان میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنۂ قادیانیت اور اس کی سازشوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں، ملک وملت کے غداروں انگریز کے وفاداروں، یہود ونصاریٰ کے ایجنٹوں کا گروہ ہے، اس سے خود بھی بچتے رہنا اور اپنا اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ایمان بچائیں تو کل قیامت کے دن حضور کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اس کانفرنس کامیاب کرنے کے لئے مولانا خالد حسین الحسینی، سائیں نور محمد شاہ، مولانا محمد امین چنہ، بھائی عطاء الحسن، مولانا محمد ہارون چنہ اور جامعہ قاسم العلوم کی انتظامیہ نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ پاک تمام احباب کو جزائے خیر دے۔

قادیانی احمدی مسلمان باور کرا کر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکا ڈالتے ہیں

مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد حسین ناصر نے ۱۱؍ ستمبر گھوٹکی اور گرد ونواح میں پروگرام کئے، ڈی سی اسکول میں اساتذہ وطلباء میں عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق تفصیلی بیان ہوا۔ مولانا محمد حسین ناصر نے کہا کہ قادیانی مرزائی گاؤں گوٹھوں میں اور اسکولوں، کالجوں میں جا کر اپنے آپ کو احمدی مسلمان باور کرا کر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکا ڈالتے ہیں، مسلمانوں کو ان ایمان کے ڈاکوؤں سے بچانے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین یہ کانفرنسیں، کورسز، بیانات، پروگرامات کر رہے ہیں کہ مسلمان کسی قادیانی کے دھوکا میں اپنے ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں بھائی عطاء الحسن بلو، سیّد نور محمد شاہ اور ڈی سی اسکول کے اساتذہ کرام نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ پاک سب کو جزائے خیر دے۔

الكلام الحاوي
عن
الشيوخ للإمام الطحاوي رحمه الله
المتوفى سنة ٣٢١ھ

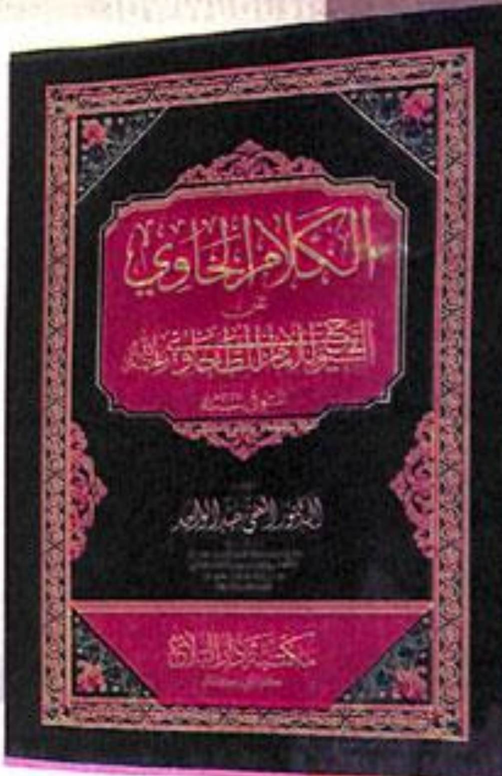

بسم الله الرحمن الرحيم

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (سابق سندرداس) [ہیوسٹن امریکہ] نے علامہ عینیؒ کی "شرح معانی الآثار" کی شرح "نخب الأفکار" کے مخطوطہ کے اکیس ابواب کی تحقیق وتعلیق اور تخریج پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔

اس مقالہ پر الحمدللہ! ماہ فروری 2015ء میں حضرت مفتی صاحب کو کراچی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی ایوارڈ ہوگئی ہے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ کا ایک اہم حصہ محدث کبیر علامہ امام طحاویؒ کے اساتذہ اور شیوخ کے تذکرہ پر مشتمل ہے، جس کو "الكلام الحاوي عن الشيوخ للإمام الطحاوي" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے، جس کا اضافہ علمی دنیا کے لیے ایک بیش بہا نعمت ہے۔

پسند فرمودہ
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

الحمدللہ! یہ کتاب دارالبلاغ کراچی سے آرٹ پیپر پر شاندار اور رنگین طباعت کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

ملنے کا پتہ

- ادارہ اسلامیات اردو بازار کراچی ، فون: 02132722401
- مکتبہ عزیزیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی ، فون: 02134133355
- ناظم ادارہ دارالبلاغ، کراچی ، فون: 0322-2122414